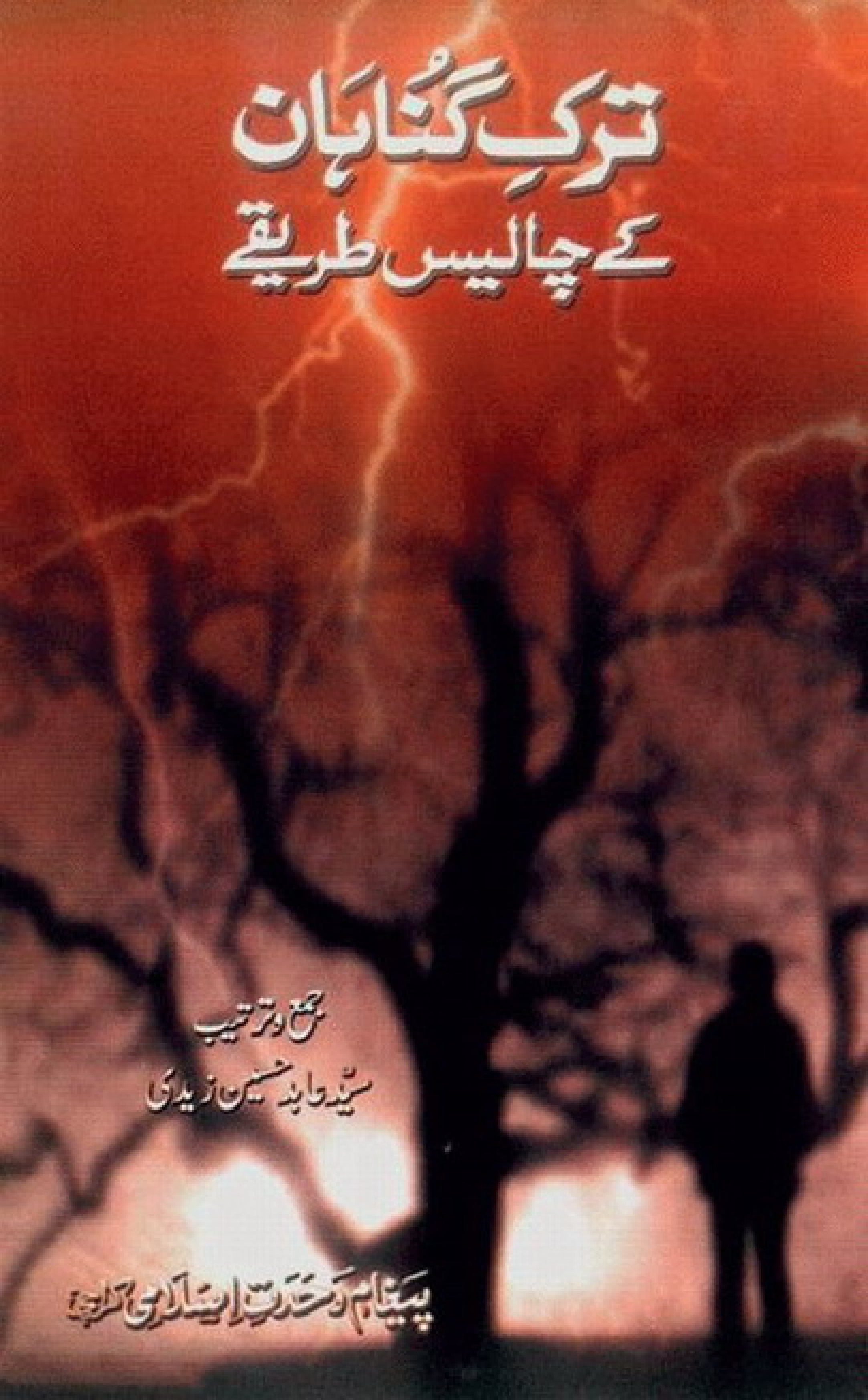


ترکِ گناہان

کے چالیس طریقے

جمع و ترتیب

سیّد عابد حسین زیدی

پیغام رحمت اسلامی اکیڈمی کراچی

ترکِ گناہان

کے چالیس طریقے

جمع و ترتیب
سید عابد حسین زیدی

ناشر
پیامِ وحدت اسلامی (ٹرسٹ)

کتاب کی شناخت

نام کتاب	:	ترکِ گناہان کے چالیس طریقے
جمع و ترتیب	:	سیّد عابد حسین زیدی
کمپوزنگ	:	سیّد رضوان علی حسین زیدی
پروف ریڈنگ	:	سیّد رضا عباس عابدی (محمد)
گرافکس	:	سیّد وصی امام/سیّد محمد علی کاظمی
مطبع	:	الباسط پرنٹرز 6606211,4268448
ایڈیشن	:	اوّل
تعداد	:	ایک ہزار
سالِ طبع	:	مارچ ۲۰۰۷ء

باہتمام

مدرسة القائمؑ

A-50، سادات کالونی بلاک 20 فیڈرل بی ایریا، کراچی۔

فون:۔ 0306-2087242,0304-2035290,6366644

فہرست

تقریظ

گناہ ایک ظلم ہے اور خداوندِ عالم ظلم کرنیوالوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے کہ

خدا نے اُن پر ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

(سورۃ العنکبوت، آیت ۴۰)

اب ان گناہوں کو کیسے ترک کیا جائے تا کہ انسان خداوندِ عالم کی بارگاہ میں مقرب ہو سکے۔ سید عابد حسین زیدی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ اپنی اس تالیف میں انہوں نے نہایت عمدہ اور آسان انداز سے انسان خصوصاً جوانوں کو ترکِ گناہان کے طریقوں سے رُوشناس کرایا ہے۔ یہ ایک بہترین کتاب ہے اور خداوندِ عالم سے دعا ہے کہ اس کتاب سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور سید عابد حسین زیدی کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

احقر

مولانا سید محمد علی نقوی

امام جمعہ و جماعت

جامع مسجد بوتراب عزیز آباد

انتساب

ادارہ اس پیشکش کو محسنِ قوم وملت مولانا محمد صادق حسن صاحب قبلہ کے نام منسوب کرتا ہے، جنھوں نے تا حال اپنی پوری زندگی دین کی انتھک خدمت کرتے ہوئے گذاری ہے۔ لاکھوں بلکہ لاتعداد لوگوں کی زندگیوں کو اپنی ولولہ انگیز تبلیغ سے بدل کر رکھ دیا ہے۔ جا بجا علم کی شمعیں روشن کیں اور محمدؐ و آلِ محمدؑ کی تعلیمات اور پیغامات کو پوری دنیا میں پھیلایا ہے۔ فقہ، اخلاقیات، عقائد، تاریخ، تفسیر، حالاتِ حاضرہ، غرض دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے اور کوئی موضوع ایسا نہیں ہے جس کو مولانا محترم نے کماحقہٗ بیان نہ کیا ہو۔

پروردگارِ عالم مولانا محترم کی توفیقات میں مزید اضافہ کرے اور ان کے اخلاصِ نیت وعمل کا ایک حصہ ہم سب کو اپنی رحمت سے عطا کرے۔

وصلّی اللہ علیٰ محمد وآلہ الطّیبین الطّاہرین

ادارہ

پیغامِ وحدتِ اسلامی

سابقہ قوموں پر عذاب کیوں نازل ہوئے

وہ کیا وجہ تھی جس نے سردار ملائکہ ابلیس کو راندہ درگاہِ الٰہی کر دیا؟ جس کی وجہ سے اس کا باطن خراب ہو گیا، بجائے رحمت کے لعنت نصیب ہوئی؟

وہ کیا چیز تھی جس نے حضرت نوحؑ کے زمانے میں تمام اہلِ زمین کو طوفان میں غرق کر دیا؟

وہ کونسی چیز تھی جس نے ہوائے تند و تیز کو قومِ عاد پر مسلط کر دیا یہاں تک کہ وہ زمین پر دے دے کر مارے گئے؟

وہ کیا شے تھی جس سے قومِ ثمود پر چیخ کا عذاب آیا جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے اور سب کے سب ہلاک ہو گئے؟

وہ کونسی وجہ تھی جس کے باعث قومِ لوطؑ کی بستیاں آسمان تک لے جا کر اُلٹی گرائی گئیں اور اوپر سے پتھر برسائے گئے؟

وہ کونسی چیز تھی جس کے باعث قومِ شعیبؑ پر آگ برسی؟

وہ کونسی شے تھی جس کے باعث قومِ فرعون دریا میں غرق کر دی گئی؟

وہ کیا شے تھی جس کی وجہ سے قارون کو زمین میں دھنسایا گیا؟

وہ کونسی وجہ تھی جس کے باعث بنی اسرائیل کو طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کیا گیا؟

جی ہاں وہ فقط خدا کی نافرمانیاں اور گناہ تھے، جن کے قصّے قرآن میں جا بجا ذکر ہوئے ہیں اور پھر نہایت مختصر الفاظ میں اسکی وجہ بھی بیان ہوئی کہ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (سورۃ العنکبوت آیت ۴۰)

خدا نے ان پر ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے

گناھوں کے منحوس اثرات

گناہ اپنے ساتھ تمام منحوس اثرات لاتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں :

۱۔ علم سے محرومی: علم ایک باطنی نور ہے اور گناہوں سے یہ نور بجھ جاتا ہے۔

۲۔ رزق اور عمر میں کمی : فسق وفجور سے عمر اور رزق کم ہو جاتے ہیں جبکہ تقویٰ اختیار کرنے سے دونوں میں وسعت ہوتی ہے۔

۳۔ خدا سے وحشت : گناہوں میں مبتلا شخص کو اللہ سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے۔ مسجد میں جانے کو اس کا دل نہیں چاہتا۔ اہل اللہ سے، علماء سے ملاقات کو اس کا دل نہیں چاہتا۔ بلکہ دیگر نیک لوگوں کے پاس بیٹھنے سے بھی اسے وحشت ہونے لگتی ہے اور وہ جتنا ان سے دور ہوتا جاتا ہے، برکات سے محروم ہوتا جاتا ہے۔ ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ جب کبھی مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو میں اس کا اثر اپنی بیوی بچوں بلکہ گھر کے پالتو جانوروں تک میں محسوس کرتا ہوں کہ وہ پہلے کی طرح میرے مطیع وفرمانبردار نہیں رہتے۔

۴۔ کاموں میں رکاوٹ : گناہ گار کے کاموں میں بہت رکاوٹیں آتی ہیں جبکہ گناہوں کے ترک سے اور تقویٰ اختیار کرنے سے کامیابی کی راہیں نکل آتی ہیں اور اسی طرح اس کے برخلاف گناہوں سے کامیابی کی راہیں بند ہو جاتی ہیں۔

۵۔ نیکیوں سے محرومی : گناہوں میں مبتلا شخص سے نیکیاں چھوٹتی چلی جاتی ہیں۔ آج ایک نیکی ہاتھ سے گئی، کل دوسری اطاعت چھوٹ گئی، پرسوں تیسری رہ گئی۔ اس طرح سلسلہ وار تمام نیک کام گناہ انجام دینے کی وجہ سے آہستہ آہستہ ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔

۶۔ گناہوں کی عادت : ایک معصیت دوسری معصیت کا سبب بن جاتی ہے

اور دوسری، تیسری کا سبب اور یہ سلسلہ ایسا چل پڑتا ہے کہ عاصی بندہ گناہوں میں گھرتا چلا جاتا ہے۔ ایسی عادت ہو جاتی ہے کہ چھوڑنا دشوار ہو جاتا ہے، پھر ایسا وقت آتا ہے کہ اگر نہ کرے تو اسے بے چینی و تکلیف ہونے لگتی ہے اور پھر اس گناہ میں لطف ولذت بھی باقی نہیں رہ جاتی۔ بس عادتاً کرتا چلا جاتا ہے۔

۷۔ ارادۂ توبہ کا کمزور ہونا: گناہ کرنے سے ارادۂ توبہ کمزور پڑ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ توبہ کی بالکل توفیق نہیں ہوتی اور اسی حالت میں اسے موت آجاتی ہے۔

۸۔ گناہ کو اچھا سمجھنا: بار بار گناہ کرنے سے اس کی بُرائی دل سے نکل جاتی ہے۔ وہ اس کو پھر بُرا نہیں سمجھتا اور نہ ہی اس بات کی پرواہ رہتی ہے کہ کوئی دیکھ لے گا۔ بلکہ پھر ازراہِ تفاخر اس کا ذکر کرتا ہے یہاں تک کہ بعض اوقات کفر تک کی نوبت آجاتی ہے۔

۹۔ ملعونوں کا وارث ہونا: اصل میں ہر گناہ کسی دشمنِ خدا کی میراث ہے۔ مثلاً لواطت قومِ لوطؑ کی میراث ہے، علو و فساد قومِ فرعون کی میراث ہے، کم ناپنا، تولنا قومِ شعیبؑ کی میراث ہے، تکبّر و تجبّر قومِ ہودؑ کی میراث ہے۔ ظلم و ستم یزید کی میراث ہے۔ غرض گناہ گار ان لوگوں کی وضع و قطع بنائے ہوئے ہے اور رسولؐ کا ارشادِ مبارک ہے کہ:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

جو شخص جس قوم کی شباہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے۔

۱۰۔ مخلوقِ خدا میں بے عزتی: گناہ گار لوگوں میں بھی بے وقعت و بے عزت ہو جاتا ہے۔ اگرچہ لوگ خوف و ظلم کی وجہ سے بعض اوقات تعظیم بھی کرتے ہوں مگر دل سے کوئی ان کی عزت نہیں کرتا۔

۱۱۔ عقل کا کم ہو جانا: گناہ کرنے سے عقل میں فتور اور فساد آجاتا ہے۔

عقل ایک نورانی چیز ہے، گناہوں سے اس میں کمی آجاتی ہے۔ بلکہ گناہ کرنا خود کم عقلی کی دلیل ہے۔ اگر عقل ٹھکانے ہوتی تو یہ معلوم ہوتے ہوئے کہ وہ خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے، وہ مسلسل اسے دیکھ رہا ہے، اُس کے فرشتے اس کے گواہ بن رہے ہیں، ایمان منع کر رہا ہے، قرآن منع کر رہا ہے، رسولؐ و آئمہؑ منع کر رہے ہیں، موت اور دوزخ چیخ چیخ کر منع کر رہی ہیں، پھر بھی وہ اسے انجام دیئے جا رہا ہے۔ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے کوئی عقلِ سلیم رکھنے والا شخص بھلا گناہ کر سکتا ہے؟

۱۲۔ خدا اور رسولؐ و آئمہؑ کی لعنت کا حقدار ہو جانا: سب سے بڑا نقصان گناہ کرنے کا یہ ہے کہ ایسا شخص خدا اور رسولؐ و آئمہؑ کی لعنت کا حقدار ہو جاتا ہے۔ بہت سی گناہ گار عورتوں پر لعنت کی گئی ہے، بہت سے گناہوں پر مردوں پر لعنت کی گئی ہے مثلاً سود دینے اور لینے والے پر، اُس کے گواہ پر، چور پر، شراب پینے والے پر، جو اپنے باپ کو بُرا بھلا کہے، ان عورتوں پر جو مردوں کی شباہت اختیار کریں، غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے والے پر، دین میں نئی نئی حرام باتیں ایجاد کرنے والے پر، اُس عورت پر جو اپنے شوہر سے مسلسل ناراض رہے، رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرنے والے پر وغیرہ وغیرہ اور خدا اور رسولؐ و آئمہؑ کی لعنت کا حقدار ہو جانا کتنا عظیم نقصان ہے؟

۱۳۔ زمین پر خرابیاں پیدا ہونا: زمین پر گناہوں کے ارتکاب سے طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، پانی، ہوا، غلہ، پھل ناقص ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جب امامِ زمانہ کی حکومت میں پوری زمین عدل و انصاف سے بھر جائے گی اور گناہ اور ناانصافیاں ختم ہوں گی تو زمین کی برکتیں لوٹ آئیں گی۔

غرض لاتعداد ایسے نقصانات ہیں جو گناہوں کی انجام دہی سے لاحق ہو جاتے ہیں۔ کوئی عاقل اسے پسند نہ کرے گا کہ معمولی سی اشتہاء کاذب کے لئے مصائب اور

گلفتوں کا اتنا بڑا پہاڑ اپنے سر لے لے۔ عام دنیاوی معاملات میں بھی جہاں نقصان ہوتا ہے، آدمی اس کے پاس بھی نہیں پھٹکتا۔ یہی برتاؤ گناہوں کے ساتھ بھی کرنا لازم ہے۔

نیکیوں کے اثرات

۱۔ برکت ہی برکت : اطاعت کرنے سے ہر قسم کی تکلیف و پریشانی دور ہو جاتی ہے۔ پروردگار اس کو ایسی جگہ سے رزق عنایت فرماتا ہے کہ وہ گمان بھی نہیں کر سکتا اور یہ برکت تقویٰ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

۲۔ پُر لطف زندگی : اطاعتِ خدا سے زندگی مزیدار ہو جاتی ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ؕ

(سورۃ النحل، آیت ۹۷)

جو شخص بھی نیک عمل کرتا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ایمان دار ہو، ہم اُسے طیّب و پاک زندگی عطا کریں گے۔

نیک لوگوں کو ایسا لطف اطاعتِ خدا میں آتا ہے کہ ایسا لطف و راحت بادشاہوں کو بھی میسّر نہیں ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ بادشاہ اگر ہماری لذّت سے واقف ہو جائیں تو مارے رشک کے ہم پر تلوار چلانے لگیں۔ بلکہ عرفاء اس لذّت کے آگے جنت کو بھی ہیچ سمجھتے ہیں۔

۳۔ نسلوں تک اثرات کی منتقلی : حضرت موسیٰ و حضرت خضر کے واقعہ میں ان لڑکوں کے مال کی حفاظت کا حکم حضرت خضر کو اس سبب سے ہوا تھا کہ ان کا باپ نیک آدمی تھا۔ یعنی نیکیوں کے اثرات نسلوں میں بھی چلتے ہیں۔ آج کل لوگ اپنی اولاد کے لئے طرح طرح کے سامان، جائداد اور بینک بیلنس چھوڑنے کی فکر کرتے ہیں۔ سب سے زیادہ کام کی جائداد یہ ہے کہ وہ خود نیک کام کریں تاکہ اس کی برکت

سے مال واولاد سب بلاؤں سے محفوظ رہیں۔

جہاد بالنّفس ، جہاد بالسّیف سے افضل کیسے؟

۱۔ ہر عبادت حتیٰ کہ تلوار سے جہاد کرنا بھی جہاد بالنفس کرنے کا محتاج ہے۔ کیا نفس سے جہاد کئے بغیر کوئی انسان اپنی جان کو یقینی موت کے خطرے کے سامنے ہتھیلی پر رکھ کر میدانِ جنگ میں حاضر ہو سکتا ہے؟

۲۔ جہاد بالسّیف کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ ریاکاری، خود پسندی، شرک اور ہر قسم کی نفسانی اغراض سے پاک ہو اور یہ سب نفس سے جہاد کئے بغیر انجام نہیں پا سکتے۔

۳۔ جنگ والا جہاد ایک خاص زمانے اور خاص شرائط سے واجب ہوتا ہے۔ عورتوں، بوڑھوں، کمزوروں، بیماروں اور عاجز انسانوں پر واجب نہیں ہے۔ ہر شخص پر واجب عینی بھی نہیں ہے بلکہ واجب کفائی ہے۔ اسکے برعکس نفس سے جہاد تمام زمانوں، تمام حالات اور تمام اشخاص پر واجب عینی ہے اور زندگی کے آخری لمحے تک واجب ہوتا ہے اور سوائے اللہ کے معصوم بندوں کے کوئی شخص بھی اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

۴۔ تلوار سے جہاد ایک خاص وقت میں تکمیل پا جاتا ہے اور مومن مقامِ شہادت پر فائز ہو جاتا ہے اور مبارزہ ختم ہو جاتا ہے۔ نفس کے ساتھ مقابلہ اس سے زیادہ سخت ہے، پوری زندگی پے در پے اور مسلسل تکالیف برداشت کرنی ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسولؐ اللہ نے تلوار سے جہاد کو اپنی تمام تر فضیلتوں کے باوجود جہادِ اصغر اور نفس کے ساتھ جہاد کو جہادِ اکبر قرار دیا ہے۔

گناہ ترک کرنے میں آپکا فائدہ ھی فائدہ ھے

مولا علیؑ فرماتے ہیں" خدا کے بندو! آگاہ رہو دنیا و آخرت کی نعمتیں صرف متّقی حاصل کرتے ہیں۔ دنیا داروں کے ساتھ دنیا کی نعمتوں سے استفادہ کرنے میں شریک

ہوتے ہیں لیکن متقی ان نعمتوں سے کہ جن سے مالدار، سرکش اور متکبر استفادہ کرتے ہیں، وہ بھی استفادہ کرتے ہیں۔"

جبکہ دنیادار و گناہ گار آخرت کی نعمتوں میں متقین کے ساتھ شریک نہیں ہیں۔

امیر المومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"جو شخص تقویٰ کو وسیلہ بنائے تو وہ سختیاں اور دشواریاں جو نزدیک آچکی ہونگی اس سے دور ہو جائیں گی اور تلخ کام شیریں ہو جائیں گے"۔

فرماتے ہیں:

"تقویٰ تمھارے جسموں کی بیماریوں کی دوا اور تمھارے فاسد دلوں کی اصلاح کرتا ہے اور تمھارے نفسوں کو پاک کرتا ہے"۔

آخرت میں بھی متقی مومن کے بارے میں رسولؐ ارشاد فرماتے ہیں:

"خدا کی قسم مومن پر (حساب) اتنا آسان اور سہل ہوگا کہ واجب نماز پڑھنے سے بھی آسان تر ہوگا"

تقویٰ کیا ہے؟

تقویٰ محدود ہونے کا نام نہیں بلکہ نفس کے مالک ہونے کا نام ہے۔ اس کو کنٹرول کرنے کا نام ہے۔ تقویٰ ذمہ داریوں کی پہچان کا نام ہے کہ کیا کرنا چاہیئے اور کیا نہیں کرنا چاہیئے۔

تقویٰ یہ ہے کہ انسان اپنی تمام حرکات، سکنات اور تمام اوقات میں شریعت اسلامی کا پابند رہے۔ جاہل صوفیاء کی لغویات و خرافات سے قُربِ الٰہی حاصل نہیں ہوسکتا۔

خدارا اپنے اوپر ظلم نہ کریں

یہ جو گناہ آپ کر رہے ہیں، وہ اپنے نفس پر ظلم کے مترادف ہے۔ قرآن و حدیث

ایسے مفاہیم سے بھرے پڑے ہیں کہ جن اعضاء و جوارح سے آپ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں گویا آپ نے اپنے اوپر ظلم ڈھایا ہے اور خود کو جہنم کی آگ میں دھکیل دیا ہے۔

حجاج نے جب سعید بن جبیرؓ کے قتل کا ارادہ کیا تو ان سے پوچھا تمھارا سر کہاں سے کاٹا جائے، تو سعیدؓ نے فرمایا ''جہاں سے تم اپنا سر قلم کروانا چاہو۔

کیونکہ کسی کا سر قلم کرنا خود اپنا سر قلم کرنے کے برابر ہے۔

علامہ دمیریؒ نے ''حیواۃ الحیوان'' میں لکھا ہے کہ حجاج کے واصل جہنم ہونے کے بعد ایک نیک شخص نے اُسے عالمِ برزخ میں دیکھا تو اس کا حال پوچھا کہ مرنے کے بعد تمھارا کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگا کہ ہر قتل کے بدلے ایک قتل لکھا ہے لیکن سعید بن جبیرؓ کے قتل کا عوض ستر بار قتل ہوتا ہے۔

اگر آپ نے کسی کو تھپڑ مارا ہے تو درحقیقت طمانچہ آپ نے اپنے منہ پر رسید کیا ہے۔ آپ نے دوسروں کی عیب جوئی اور غیبت نہیں کی بلکہ اپنے عیوب کو دوسروں کے سامنے آشکار کیا ہے۔ اپنے آپ کو مُردہ بھائی کا گوشت خور بنایا ہے۔ اگر کسی کا مال آپ نے بغیر اجازت استعمال کیا ہے تو دراصل آپ نے اپنے مال سے کمی کی ہے۔ غرض ہر گناہ جو کسی سے سرزد ہوتا ہے دراصل وہ اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔ دعائے کمیلؒ میں مولاؑ فرماتے ہیں'' ظلمتُ نفسی ''میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ بی بی زینبؑ نے یہ الفاظ یزید سے کہے تھے۔

'' اے یزید (لعین) خدا کی قسم تو نے کسی کی کھال نہیں نوچی مگر یہ کہ خود اپنی کھال اتاری ہے۔ کسی کا گوشت نہیں کاٹا سوائے اپنے گوشت کے۔'' تو نے حسینؑ کے سر کو نہیں کاٹا ہے مگر یہ کہ اپنے سر کو کاٹا ہے''۔

خدا کے لئے کتنے قدم آگے بڑھانا ھیں؟

ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ صرف ایک قدم آگے بڑھانے کی ضرورت ہے اس سے زیادہ نہیں، بس خدا مل جائے گا اور وہ ایک قدم اپنے نفس کے سرکش بت کو توڑنے کے لئے آگے بڑھانا ہوگا۔

مولاؑ نے عثمان ابن حنیف ؓ کو خط لکھتے ہوئے لکھا تھا کہ:

''میں اپنے نفس کو تقویٰ کا پابند رکھنے کے لئے ریاضت کرتا ہوں
تاکہ اس بڑے خوف والے (قیامت) کے دن آرام سے رہے''

سورۂ منافقون کی آیت ۸ میں ہے کہ:

وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ

یعنی عزت تو بس اللہ، اس کے رسولؐ اور مومنین کے لئے ہے۔

لہٰذا گناہ کر کے مومن خود کو ذلیل نہ کرے۔

ترک گناہ بڑی کرامت ھے

ایک شخص ایک عالم کے پاس ایک عرصے تک رہا لیکن ۱۰ سال اس نے کوئی کرامت نہیں دیکھی نہ ہوا پر اُڑتے دیکھا، نہ پانی پر چلتے ہوئے، نہ طے الارض کرتے ہوئے۔ مایوس ہو کر کہا کہ میں واپس جا رہا ہوں کہ اتنے عرصے میں، میں نے آپ میں کوئی کرامت مشاہدہ نہیں کی۔ عالم نے فرمایا ''اے شخص کیا تو نے اس دس سال کے عرصے میں مجھ سے کوئی خلاف شریعت اور خلاف سنت کام ہوتے دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں ایسا نہیں دیکھا۔ عالم نے فرمایا'' آہ، جس غلام نے ۱۰ سال تک اپنے مولا کو ایک لمحے کے لئے ناراض نہ کیا ہو، اس سے بڑھ کر تو کیا کرامت چاہتا ہے؟

الاستقامۃ فوق الف کرامۃ

حکم خدا پر استقامت ایک ہزار کرامتوں سے افضل ہے۔

نفس پر چلنے والوں کی زندگی دوزخ کیوں؟

جو شخص اللہ کو ناراض کرتا ہے اس کے لئے دو دوزخ ہیں، ایک دوزخ تو دنیا ہی میں بن جاتی ہے کہ ہر وقت تڑپتا رہتا ہے، چین سکون نہیں ملتا اور دوسری دوزخ آخرت میں ہے جو اصل اور ہیڈ آفس ہے۔ نفس کی حرام خواہشیں دنیا میں اس کی شاخ (branch) ہیں۔ جو ہیڈ آفس کا مزاج ہوتا ہے وہی شاخ کا ہوتا ہے۔ لہٰذا نفس کی خواہشات پر رہنے والوں کی زندگی دوزخیوں جیسی ہوتی ہے، ایک پل کو سکون نہیں ملتا۔ خواہشاتِ نفس کا جو مال برانچ میں جمع کرا دیا جاتا ہے۔ وہ خود بخود ہیڈ آفس میں پہنچ جاتا ہے۔ بس اسی طرح خواہشاتِ نفس آدمی کو دوزخ میں لے جاتی ہیں۔

آخرت کی کامیابی کا نسخہ تزکیۂ نفس ہی ہے

پروردگارِ عالم سورۂ والشمس میں ۱۱ مرتبہ قسم کھانے کے بعد اور ۱۵ بار تاکید کرنے کے بعد ارشاد فرماتا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۙ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ؕ (سورۂ الشمس، آیت ۹، ۱۰)

جس نے تزکیۂ نفس کیا وہی کامیاب ہو گیا اور جس نے اپنے آپ کو رزائل سے نہ بچایا وہی بدبخت اور نامراد ہو گیا۔

لہٰذا آخرت کی کامیابی گناہوں سے پرہیز میں ہے اور آخرت کی تباہی و بربادی گناہوں کی انجام دہی میں ہے۔

خدا کی خواہش کو پورا کر دیجئے

پروردگارِ عالم ہم سب کی حتیٰ کہ فرعون تک کی اصلاح کا خواہشمند تھا۔ خدا اپنے بندوں سے اس قدر محبت کرتا ہے کہ کئی سال تک فرعون کے گھر میں جنابِ موسیٰؑ کی پرورش کرواتا ہے تا کہ فرعون کی نجات کا سبب بن سکے۔ پھر جب جنابِ موسیٰؑ فرعون

کی طرف جانا چاہتے ہیں تو خدا کا ارشاد ہوتا ہے کہ اے موسیٰ تم فرعون کے پاس جا رہے ہو، اُس سے نرم لہجے میں گفتگو کرنا، اُس کو خوب اچھی طرح سمجھانے کی کوشش کرنا، ہارونؑ کو بھی اپنے ساتھ لے جانا، دونوں کو حکم دیتا ہے۔

اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۚ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى

(سورۂ طٰہٰ، آیت ۴۳،۴۴)

تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ، بے شک اس نے سرکشی کی ہے، پس تم دونوں اس سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا، شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا ڈر جائے۔

اس آیت میں "لعلّ"، "یحبُّ" کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی میں پسند کرتا ہوں، چاہتا ہوں، خواہش رکھتا ہوں کہ وہ آدمی بن جائے۔ تمام گناہ گاروں کے لئے پروردگار عالم کی یہی خواہش ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ کون اتنی محبت کرنے والے پروردگار کی خواہش کو پورا کرتا ہے۔

ترکِ گناہان سے انسان صاحبِ کرامت بن جاتا ہے

تمام موجودات عالم پروردگار کی تسبیح کر رہے ہیں۔ گناہان کو ترک کرنے والے بعض اوقات اتنی قوت و طاقت حاصل کر لیتے ہیں کہ مرحوم اخوند کاشانی" جو علمائے اصفہان میں سے ایک عظیم فلسفی اور عارف تھے، فرماتے تھے کہ جب میں نماز شب پڑھتا ہوں تو تسبیح موجودات کو سنتا ہوں اور مدرسہ صدرا کے درختوں کی تسبیح کی آواز میرے کانوں میں آتی ہے۔

جیسا کہ حضرت داؤدؑ کے لئے بھی ہے کہ جب آپ زبور کی تلاوت کرتے تھے

اور اللہ سے راز و نیاز کی گفتگو کیا کرتے تھے تو پہاڑ اور پرندے بھی آپ کے ساتھ راز و نیاز میں شامل ہو جایا کرتے تھے۔

قرآن میں سورہ سبا، پارہ ۲۲، آیت ۱۰ میں پروردگار عالم فرماتا ہے کہ:

ہم نے داؤدؑ کو اپنی طرف سے فضیلت عطا فرمائی اور (حکم دیا کہ) اے پہاڑوں اور پرندوں! تم بھی ان کے ساتھ ملکر تسبیح کرو۔

(یعنی تسبیح و مناجات الٰہی میں ان کے ہم آواز ہو جاؤ)

لہٰذا گناہوں کو ترک کر کے اپنے کانوں کو داؤدی بنانا ضروری ہے تاکہ پرندوں اور پہاڑوں کی تسبیح کی آواز کو سنا جا سکے۔

نوجوان جلد گناہ چھوڑ سکتے ہیں

امام خمینیؒ بار بار نوجوانوں کو نصیحت فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ "جب تک جوان ہو اپنے آپ کو بنالو، سدھار لو کیونکہ جو دن آپکی زندگی کا گذرتا جارہا ہے آپ کی خودسازی اور پاکبازی مشکل تر ہوتی چلی جائیگی۔

آپ نوجوان ہیں، پاک ہیں، آپ کے دلوں نے کدورتوں کے اثرات بد کو کمتر قبول کیا ہے۔ آیئے ان صفات بد کو یکے بعد دیگرے ختم کرتے چلے جائیں تاکہ آپ ایک حقیقی اور پاکباز مومن بن کر معاشرے کے لئے ایک مثال بن جائیں۔

یاد رکھئے کہ یہ گناہ اور بری صفات کینسر کی مانند ہیں، اگر ابتداء ہی میں ان کے علاج پر توجہ دے دی جائے تو علاج کامیاب ہو سکتا ہے لیکن اگر یہ وقت گذرنے کے ساتھ سارے جسم میں سرایت کر جائے تو پھر قابل علاج نہیں رہ پاتے۔ آپ سے ان گناہوں کا مقابلہ اسوقت تک جاری رہنا چاہیئے جب تک کہ ان کا یکسر خاتمہ نہ ہو جائے۔ انشاء اللہ خدا آپکی مدد فرمائے گا۔ ایک سادہ لوح دیہاتی نیا نیا شہر میں آیا اور

کسی پھل والے کی دکان سے سیاہ آلو چے خرید لئے۔ جب کھانا شروع کیا تو کچھ مزا نہ آیا سوچا کہ شائد یہ چھوٹے ہیں اسلئے بے مزہ ہیں اگر بڑے بڑے اور سیاہ ہوتے تو یقیناً مزیدار ہوتے۔ جب دوسرے سال اسی دکان پر آیا تو اس نے دیکھا کہ وہاں پر سیاہ رنگ کے بڑے بڑے بینگن رکھے ہیں۔ اس بیچارے نے یہ سوچ کر کہ وہ آلو چے پچھلے سال کی نسبت اب کافی بڑے ہو گئے ہیں اسلئے مزیدار ہو گئے ہو نگے، خرید لئے لیکن جب بینگن توڑ کر چبایا تو پتا چلا کہ یہ تو اور بدمزہ ہو گئے ہیں۔ غصے سے تھوک دیا اور کہنے لگا افسوس جتنے بڑے ہو گئے ہو اتنے ہی بدمزہ ہو گئے ہو۔

مثال اس حقیقت کو بیان کرنے کے لئے ہے کہ انسان کی عمر کا حصہ جس قدر گذرتا جاتا ہے اگر اس نے خود کو سنوارنے کی کوشش نہ کی ہو تو وہ پہلے سے زیادہ بُرا ہوتا جاتا ہے۔ دل کی تاریکی اور سنگدلی میں اضافہ ہو جاتا ہے، بُری عادتیں پختہ ہو جاتی ہیں۔ صفاتِ رذیلہ مضبوط جڑوں کی طرح طاقتور ہو جاتی ہیں اور پھر اصلاح کے امکانات کم سے کم ہوتے چلے جاتے ہیں مگر سوائے اُن افراد کے جن کے ساتھ خدا کا لطف و کرم شاملِ حال ہو جائے۔

آیت اللہ آقا حسین بروجردیؒ اپنی عمر کے آخری ایام میں نوجوانوں کو نصیحت کرتے رہتے تھے کہ اے نوجوانوں جہاں تک ممکن ہو سکے کام کرو، محنت کرو کیونکہ جس وقت میرے اعضاء و جوارح مضبوط تھے اور میں نجفِ اشرف میں مقیم تھا تو اولِ شب سے کتابوں کے مطالعہ کا آغاز کرتا اور صبح تک مصروفِ مطالعہ رہتا اور تحریری کام بھی کرتا تھا لیکن تھکاوٹ ذرا نہ ہوتی تھی۔ اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ میں چند قدم چلنے پھرنے سے بھی عاجز ہوں۔ کتابوں کی الماری کے پاس بھی نہیں جا سکتا، کوئی دوسرا شخص کتاب اٹھا کر مجھے دے دیتا ہے تب مطالعہ کرتا ہوں۔ اگر کوئی بروقت موجود نہ ہو

تو مطالعہ سے محروم رہتا ہوں۔

لہٰذا جوان ، جوانی کی قدر کریں، جوان کا ارادہ زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ وہ گناہوں کو چھوڑنے پر بوڑھے سے زیادہ قدرت رکھتا ہے لہٰذا جوان توبہ حقیقی کو بڑھاپے کے لئے نہ رکھ چھوڑیں، آج ہی سے گناہوں سے یکسر توبہ کرلیں۔

بار بار شیطان کے چکر میں بیوقوف ہی آتا ہے

شیطان نئے نئے طریقوں سے آکر گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جو دکاندار بار بار خراب سودا دیتا ہو، عقلمند شخص اُس سے خریداری کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن افسوس شیطان سے دھوکے اور فریب میں انسان بار بار آجاتا ہے۔ بارہا یہ گناہوں کی دلدل میں دھکیل چکا ہوتا ہے، عزت خراب کروا چکا ہوتا ہے لیکن بعض مومن پھر بھی اس سے سودا لینا نہیں چھوڑتے۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی چمگادڑ نجاستوں میں غرق ہو تو مجھے تعجب نہیں، مجھے تعجب اُن لوگوں پر ہے جو صالحین اور نیک لوگوں کا ساحلیہ رکھتے ہیں۔ جس بازشاہی نے سلطان کو دیکھا ہوا ہے، اس ظالم کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ چمگادڑ بن کر نجاستوں کی طرف جا رہا ہے۔

جسے آلِ محمدؐ کی محبت مل گئی ہو اور جنہیں آیت تطہیر کے مصداق شخصیتوں کی مودّت نصیب ہو، اُن کا گناہوں کی طرف التفات قابلِ تعجب ہے۔ دعا کرنی چاہیے کہ پروردگار جتنا اچھا ہمارا ظاہر ہے اُس سے کہیں اچھا ہمارا باطن ہو جائے۔

صحیح عقائد عمل کے واسطے بھی مطلوب ہیں

فقط انسان اپنے عقائد کی صحت پر ناز نہ کرے کہ اب کھلی چھٹی مل گئی ہے اور سمجھتا ہے کہ عقائد کی درستی کے بعد اعمال میں کوتاہی زیادہ مضر نہیں ہے۔ حالانکہ صحیح

عقیدہ فی نفسہٖ بھی مقصود ہے اور عمل کے واسطے بھی مقصود ہے۔

مثلاً مسئلہ تقدیر کی تعلیم سے صرف اعتقاد کر لینا ہی مقصود نہیں بلکہ عمل بھی مقصود ہے تاکہ مصائب و پریشانیوں میں پریشان نہ ہو۔ اسی طرح نعمتوں پر تکبر نہ کرے اور ان کو اپنا کمال نہ سمجھے۔ اسی طرح مسئلہ توحید ہے۔ اس کا بھی فقط علم ہی مقصود نہیں ہے کہ اللہ ایک ہے بلکہ مقصود ہے کہ اب غیر اللہ کا خوف یا لالچ نہ رہے۔ اسی طرح اگر تمام عقائد میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہر اعتقاد سے عمل بھی مطلوب ہے۔ جس طرح نافرمان اولاد کو علم ہوتا ہے کہ یہ ہمارا باپ ہے اور گستاخی و نافرمانی کرتے وقت بھی انہیں اس کا علم اور اعتقاد ہوتا ہے۔ لیکن تمام لوگ یہی کہیں گے کہ ارے بدنصیب یہ تمھارا باپ ہے، اس سے گستاخی نہ کرو۔ علم کا مقتضا تو یہ تھا کہ تم اس اعتقاد پر عمل کرتے یعنی باپ کا ادب کرتے۔ اب چونکہ تم نے اس کے خلاف کیا ہے گویا تمھیں اس کا علم ہی نہیں۔

اسی طرح کہ جیسے ہمیں آخرت کا اعتقاد ہے مگر عمل میں اسکے مظاہر نظر نہیں آتے تو کہا جائیگا کہ آخرت کا اعتقاد کامل طور پر نہیں ہے، ناقص ہے ورنہ یقیناً جہنم میں جانے والے اعمال کو اتنی آسانی کے ساتھ کیسے انجام دیا جاتا۔

توبہ کے بھروسے پر گناہ انجام دینا حماقت ہے

ہم نے مانا کہ توبہ گناہ کے لئے تریاق ہے مگر علاج کے بھروسہ پر زہر کھا مرے، کتنی بڑی حماقت ہے؟ اگر کوئی ایسا کرے تو وہ بہت بڑا بیوقوف ہے اور سمجھائیں گے کہ زہر کا اثر فوراً ہوگا جب کہ علاج کا فائدہ مند ہونا مستقبل میں ہے اور وہ بھی موہوم ہے۔ ضروری نہیں کہ فائدہ ہو ہی جائے کیونکہ ممکن ہے کہ زہر کا اثر اتنا قوی ہو کہ جو علاج سے بھی زائل نہ ہو سکے یا زہر کا اتنا فوری اثر ہو جائے کہ علاج کرنے کی نوبت ہی نہ آئے۔

اسی طرح توبہ کے بھروسہ پر گناہ کرنا بھی سراسر حماقت ہے کیونکہ گناہ کا نقصان

فوراً ہے اور توبہ کا فائدہ مند ہونا مستقبل میں ہے کیا خبر کہ گناہ کے بعد توبہ کا موقع ملے بھی یا نہیں لہٰذا خدا سے ڈریئے۔ نفس کے دھوکے میں نہ آیئے۔

کم از کم دل سے گناہوں سے سخت رنجیدہ تو رہیئے

اپنی ذات کے گناہ، معاشرے میں ہونے والے ان گناہوں سے دل سے شدید ناراض اور رنجیدہ تو رہیئے۔ آجکل تو ایسا حال ہوگیا ہے کہ کسی بھی گناہ کی کوئی پرواہ ہی نہ رہی۔ گویا دل سے بھی راضی ہوگئے۔ حضرت صالحؑ کی اونٹنی کو اگرچہ ایک شخص نے قتل کیا تھا لیکن قرآن فرماتا ہے کہ حضرت صالحؑ کے تمام مخالفوں نے اونٹنی کو مار ڈالا (فَعَقَرُوْهَا، سورۂ ھود، آیت ۶۵)

اسکی وجہ یہی ہے کہ تمام مخالفین اُس ایک شخص کے کام سے راضی تھے۔

سورۂ آل عمران میں آیت ۱۸۳ میں پروردگار رسولؐ اللہ کے زمانے کے یہودیوں کو خطاب کر کے فرماتا ہے : فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ

تم لوگوں نے گذشتہ پیغمبروں (حضرت یحییٰؑ و حضرت زکریاؑ) کو کیوں شہید کر ڈالا؟

جبکہ امام صادقؑ کے ارشاد کے مطابق ان پیغمبروں کے قاتلوں اور رسولؐ اسلام کے زمانے کے یہودیوں کے درمیان تقریباً ۵۰۰ سال کا فاصلہ ہے۔ کیونکہ وہ آنے والی نسلیں بھی ان قاتلوں کے عمل سے راضی تھیں۔

لہٰذا جو بھی گناہوں سے بیزاری ظاہر نہ کرے، خاموش رہے وہ بھی گویا اُن کے ساتھ شریک ہوجاتا ہے۔

رسولؐ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ہر وہ شخص جو مقام گناہ پر موجود ہو لیکن دل سے گناہ کا مخالف ہو وہ غائب کی منزل

میں ہے لیکن ہر وہ غائب جو دل سے راضی ہو وہ وہاں حاضر رہا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ حاضر و غائب ہونا صرف جسم پر منحصر نہیں بلکہ گناہ میں واقعی شرکت ہے اور یہ قلبی رضا اور نفرت سے مربوط ہے۔

زیارتِ عاشورا میں ہے کہ خدا اُن پر لعنت کرے کہ جنہوں نے خبرِ شہادتِ امام حسینؑ سُنی لیکن اس پر راضی تھے اور طاغوتی طاقت کے خلاف کسی قسم کا ردِ عمل ظاہر نہیں کیا۔ لہٰذا دل سے معاشرے اور اپنی ذات کے ذریعے ہونے والے گناہوں سے شدید نفرت کریں اور اس کا اظہار بھی کیا جائے تا کہ منکر اور گناہوں کی بُرائی سب کے سامنے آجائے۔

روحِ پیغمبرؐ ہم سے خوش نہیں ہے

استاد محسن قرائتی ایک دانشور کے متعلق فرماتے ہیں کہ جو مدینہ میں قبرِ رسولؐ کے گرد بہت بڑی تعداد میں لوگوں کا ہجوم دیکھ کر فکر میں ڈوب گئے اور دل ہی دل میں پیغمبرؐ اسلام سے کہا یا رسولؐ اللہ کیا آپ ان لوگوں سے راضی ہیں؟ اس وقت میرے ہاتھ میں قرآن تھا، عرض کی یا رسولؐ اللہ میں اس قرآن کو کھول رہا ہوں۔ آپ ان لوگوں سے خوش ہوں یا ناراض، جو بھی ہوں قرآن کی پہلی سطر میں کوئی ایسی آیت نکلے جس سے مجھے آپ کی مرضی معلوم ہو جائے۔ اس کے بعد میں نے قبرِ رسولؐ کے سرہانے قرآن کھولا تو دیکھا اس صفحہ کی پہلی آیت یہ تھی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

(سورہ فرقان، آیت ۳۰)

اس آیت نے مجھے ہلا کر رکھ دیا اور میں سمجھ گیا کہ روحِ پیغمبرؐ ہم لوگوں کی حالت سے خوش نہیں ہے اور ہونا بھی نہیں چاہیے۔ جو مسلمان گناہ اور ظلم ہوتے دیکھتے رہیں

اور سانس تک نہ لیں، وہ مسلمان جن کی نمازیں ایک مکھی تک کو وحشت زدہ نہ کرسکیں وہ کسی معاشرے سے بُرائیاں کہاں ختم کرسکیں گے۔ یقیناً ایسے افراد سے تو پیغمبرؐ کبھی راضی نہ ہوں گے۔

جناب خضرؑ کو اتنا بڑا مقام کیسے ملا؟

حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ سے سوال کیا: آخر آپ نے کونسا ایسا کام کیا ہے، جس کے باعث خداوندِ عالم نے مجھے آپ سے تعلیم حاصل کرنے کا حکم دیا ہے؟ آپ اتنے بلند مقام تک کیسے پہنچے؟ حضرت خضرؑ نے جواب دیا "گناہوں سے بچنے کی وجہ سے۔

ہمارے گناہ امام زمانہؑ کے ظہور میں رکاوٹ ہیں

شیخ مفیدؒ کو امامِ زمانہؑ نے ایک خط ارسال فرمایا تھا اور اپنے ظہور کے بارے میں فرمایا تھا اگر ہمارے شیعہ، اللہ کی عطا کردہ توفیق سے اُسکی اطاعت کریں اور جو ذمہ داریاں اُن پر ہیں، اُسے دل کی گہرائی سے مل جل کر پورا کریں اور حق معرفت ادا کریں تو ہماری اُن سے ملاقات میں تاخیر نہ ہو اور وہ بہت جلد ہمارے ظہور کی سعادت حاصل کریں۔ لہٰذا جو چیز ان کی اور ہماری ملاقات میں رکاوٹ ہے وہ یہ ناشائستہ افعال (یعنی گناہ) ہی ہیں جو مجھ تک پہنچتے ہیں۔

بغیر گناہ چھوڑے نیکیوں میں نور نہیں رہتا

اگر نیک اعمال انجام دیے جائیں نماز، روزہ اور صدقات وغیرہ اور ان کے ساتھ ساتھ مومن گناہوں سے بھی بچے تو اس وقت اطاعت کی وجہ سے جو نور ہوگا، وہ گناہوں کے ساتھ ہر گز نہ ہوگا اور ایسا ہی ہے جیسے عمدہ اور لذیذ کھانے میں مٹی پڑ جائے کہ پھر سارا مزہ ہی کرکرا ہو جائے گا۔ اس طرح گناہ گار آدمی نماز تو پڑھتا ہے لیکن طبیعت ہلکی پھلکی نہیں ہے۔ وہ نشاط اور لذت جو نماز اور نیکیوں سے ملتی ہے، وہ اس کو حاصل نہیں

ہوتی۔ دل کو گھیر گھار کر سمجھا تو لیتا ہے کہ ثواب ملے گا لیکن دل بالکل کورا ہی رہتا ہے اور اس قدر بے رُخی ہوتی ہے کہ جو ثواب ملتا ہے وہ نظر ہی نہیں آتا بلکہ گناہوں کے حجاب میں چھپ جاتا ہے۔ ایسا ہی ہے جیسے کسی بلب پر سیاہ موٹا غلاف لپیٹ دیا جائے تو اس میں ہلکی روشنی تو دکھائی دے گی لیکن اس قدر دھیمی ہوگی کہ رستہ بھی نظر نہیں آئے گا۔

دینداروں سے گناہ نہ چھوٹنے کی ایک بہت بڑی وجہ

بعض دینداروں کو جب ان کی حالتِ زار کی طرف علماء توجہ دلاتے ہیں تو وہ تھوڑا متوجہ ہوتے ہیں یا تھوڑی دیر کے لئے متفکر صورت بنا کر افسوس سے گردن ہلا دیتے ہیں لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں کرتے۔

حالانکہ صرف پریشانی سے کچھ نہیں ہوتا۔ اگر مثلاً کسی شخص کو T.B. کا مرض لاحق ہو جائے اور اس کی اطلاع اس کو ہو جائے اور وہ پریشان ہونے لگے لیکن صرف یہی کرے کہ جو ملنے یا عیادت کے لئے آئے، اُس کے سامنے رونے لگے۔ دن رات پریشان ہو مگر علاج کی طرف توجہ نہ کرے تو نتیجہ اس کا کیا ہوگا کہ مرض بڑھتا جائے گا اور آخر ایک روز خاتمہ ہو جائے گا۔

تو غلطی اس کی یہ ہے کہ وہ پریشانی کو علاج سمجھ بیٹھا ہے۔ حالانکہ تدبیر یہ تھی کہ روپیہ خرچ کرتا، ڈاکٹر سے رجوع کرتا، تلخ دواؤں پر صبر کرتا، نسخہ بلا ناغہ پابندی سے استعمال کرتا اور پرہیز پر مستعد ہو جاتا۔ چاہے اور کسی کے سامنے اپنی بیماری کا اظہار نہ بھی کرتا تب بھی شفایاب ہو جاتا۔

تو یہ شیطان کی رہزنی ہے کہ دین کے رنگ میں دین سے ہٹا رہا ہے یعنی یہ خیال دل میں جما دیا ہے کہ صرف گریہ و بکا ہی کافی ہو جائے گا۔

مشہور واقعہ ہے کہ ایک بدو اپنے کتے کے پاس بیٹھا رو رہا تھا۔ کسی نے پوچھا تو اس نے کہا کتا میرا ہر آن رفیق تھا، بھوک سے مر رہا ہے، اس لئے رو رہا ہوں۔ اس شخص نے بدو سے کہا کہ لیکن یہ جو تمہارے پاس اتنا کھانا رکھا ہوا ہے، اتنی محبت ہے تو یہ کھانا اس کو کیوں نہیں کھلا دیتے۔ تو بدو کہنے لگا کہ صاحب محبت تو ہے لیکن اتنی نہیں کہ روٹی ہی اس کو دے دوں کیوں کہ اس میں پیسہ خرچ ہوتا ہے۔ ہاں اتنی محبت ضرور ہے کہ اس کے غم میں رو رہا ہوں کیوں کہ آنسوؤں میں تو دام خرچ نہیں ہوتے۔ تو ہماری بھی یہی حالت ہے کہ جو محاورہ ہے۔

گھر بار سب تمہارا......لیکن کسی چیز کو ہاتھ نہ لگانا

بس گناہوں میں مبتلا ہونے کا رنج ہے اور اُن کے مٹ جانے کی تمنا بھی ہے لیکن تدبیر اور Planning نام کو نہیں ہے۔ ہاں ہے تو صرف اس قدر کہ دو آنسو بہائے۔

ہم گناہ چھوڑنے کی فقط تمنا کرتے ہیں ارادہ نہیں کرتے۔ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا ارادہ تو ہے گناہ چھوڑنے کا مگر یہ بالکل غلط ہے کیوں کہ تمنا دوسری چیز ہے، ارادہ دوسری چیز ہے۔ جس طرح حج کرنے کی تمنا ہر مومن کو ہوتی ہے لیکن نری تمنا کرنے سے حج نہیں ہوتا۔ حج کا ارادہ کرنے والا پیسے جمع کرتا ہے، پاسپورٹ بنواتا ہے، تمام تر اقدامات کرتا ہے پھر حج پر پہنچتا ہے۔

اسی طرح حج کی طرف تمنا کرنے والے کو متمنی کہیں گے اور جو اقدامات کر رہا ہے حج پر جانے کے، اُس کو مرید کہیں گے اور متمنی اقدام نہ کرنے کی وجہ سے پیچھے رہ جاتا ہے جب کہ مرید (ارادہ کرنے والا) اقدام کرنا شروع کرتا ہے تو اگر راستے میں کوئی مشکل بھی پیش آتی ہے تو قدرت کی طرف سے مدد آتی ہے اور اس کا وہ کام پورا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں کہا گیا ہے کہ

اَلسَّعیُ مِنِّیْ وَالْاِ تْمَامُ مِنَ اللّٰہ

میرا کام کوشش کرنا اور پورا کرنا اللہ کی طرف سے ہے۔

﴿ ہمیں گناہ انجام دینے سے رنج کیوں نہیں ہوتا؟ ﴾

جب بھی کوئی گناہ ہو جائے تو اصولاً ہمیں سخت تکلیف اور اذیت ہونی چاہیے اور اپنے نفس کو ملامت کرنا چاہیے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہمیں تو کبھی بھی رنج نہیں ہوتا اور دن رات ہم گناہ کرتے ہیں۔ تو اس کا یہ سبب بتایا گیا ہے کہ ابتداء ہی سے ہم گناہوں کے مرض میں گرفتار ہیں اور صحت کبھی نصیب ہی نہیں ہوئی کہ ہمیں صحت کی راحت کا احساس ہو یا ہمیں مرض کی تکلیف کا احساس ہو۔

مثلاً اگر کوئی پیدائشی نابینا ہو اور اس کو بینائی کا پتہ ہی نہ ہو کہ کیسی ہوتی ہے؟ اس کو بینائی کا لطف کیا پتہ ہوگا؟ ہاں جو پہلے بینا تھا اور پھر اندھا ہو گیا ہو، اُس کو معلوم ہو سکتا ہے بینا ہونا کیا تھا اور اندھا ہونا کیا ہے؟

تو مریض بھی اپنے آپ کو وہی سمجھے گا اور مرض کی کلفت اس کو ہوگی جس نے کبھی صحت دیکھی ہو۔

اگر مرض کا مرض ہونا معلوم ہو جائے تو پھر انسان علاج پر بھی توجہ دے گا، اگر اپنے آپ کو مریض ہی نہ سمجھے گا تو علاج کی فکر کیوں کر کرے گا؟

اگر معمولی زکام ہو جاتا ہے تو کس قدر اہتمام کیا جاتا ہے اور کتنا پرہیز کیا جاتا ہے۔ مگر افسوس کہ اتنا بڑا مرض ہم لوگوں کو لگ رہا ہے کہ ہماری رُوح اس میں تحلیل ہو رہی ہے لیکن ہم کو ذرا فکر نہیں ہے۔

﴿ بُری نگاہ اپنے اوپر ڈالنے ﴾

شیخ سعدیؒ کے استاد نے انہیں نصیحت کی۔ اوّل تو یہ کہ کسی پر بُری نظر نہ ڈالو۔

دوسری یہ کہ اپنے اوپر اچھی نظر نہ ڈالو یعنی دوسروں کو بُرا نہ سمجھو اور اپنے کو اچھا نہ سمجھو۔ اپنے گناہوں کو کوہ سمجھو اور دوسروں کے گناہوں کو ذرّہ کا سمجھو۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض متقی گناہ کے میلان اور رغبت کو بھی خلاف تقویٰ و مقبولیت سمجھتے ہیں اور دل میں گھٹتے ہیں اور دل کی ساری توجہ اسی غم میں صرف کر دیتے ہیں۔

تو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ خود معصیت اور گناہ کی انجام دہی تو خلاف تقویٰ ہے، میلانِ معصیت اس کے خلاف نہیں اور یہ میلان بعض اوقات بلکہ اکثر کمال کے بعد بھی حاصل نہیں ہوگا۔ لہٰذا اس کے زوال کی فکر کرنا فضول ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر میلان نہ رہے تو گناہوں سے بچنا کوئی کمال نہ رہے۔ گناہ کی طرف جھکاؤ ہونے کے بعد مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اور مجاہدہ سے ترقی ہوتی ہے۔

گناہوں سے لذّت فقط ایک دھوکہ ہے

گناہ کی لذّت کی مثال کھجلی جیسی ہے، خود اس میں لذّت نہیں محض مرض کی وجہ سے لذّت محسوس ہوتی ہے اور پھر فوراً ہی سوزش و جلن پیدا ہو جاتی ہے۔ سو یہ دراصل مرض ہے جیسا کہ سانپ کے کاٹے ہوئے کو کڑوا بھی میٹھا معلوم ہونے لگتا ہے۔ لہٰذا کسی عاقل کو ایسی لذّت علاج سے مانع نہیں ہوتی۔

عارضی لذّت کے لئے اپنی زندگی کو تلخ نہ بنائیے

سوچئے گناہ کی ایک سزا تو دوزخ ہے جو مرنے کے بعد ہوگی اور ایک سزا نقد ہے وہ یہ کہ دل کا سکون ضائع ہوتا ہے، گناہ گار کے دل کو خدا بے چین و بے سکون بنا دیتا ہے جس سے اس کی زندگی نہایت تلخ ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ذرا دیر کی لذّت سے اپنی زندگی کو تلخ بنانا کس قدر نادانی ہے۔ اہلِ دنیا اسباب راحت حاصل کر لیتے ہیں لیکن

راحت وسکون تو خدا کے قبضے میں ہے۔ یہ سکون زمین سے نہیں، آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ جس سے آسمان والا راضی ہوتا ہے اُس ہی کے دل پر اترتا ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ (سورۃ الرعد آیت ۲۸)

دلوں کو چین تو ہماری یاد سے ملتا ہے۔

ایک جگہ اور ارشاد فرمایا ہے

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ (سورۃ الفتح آیت ۴)

سکون تو اللہ قلوبِ مومنین پر نازل کرتا ہے۔

اے آسمان والے سے دور بھاگنے والو! تم زمین میں کیا تلاش کر رہے ہو؟ بنگلوں، کاروں اور ایئر کنڈیشنڈ گھروں میں مرغ بریانی اور نوٹوں کی گڈیوں میں تم ہماری غفلت اور نافرمانی کی نحوست کے وبال سے بدحواس و پریشان رہو گے۔ ایئر کنڈیشنڈ کمرے تمہاری صرف کھال ٹھنڈی کریں گے لیکن تمہارے دل ہمارے بھیجے ہوئے حوادث، مصائب اور غموں سے جلتے رہیں گے۔

گناہ گار تائب کو طعنہ نہ دیں

مولانا رومؒ فرماتے ہیں

؎ روغنِ گل روغنِ کنجد نماند
آفتابے ایدا و جامد نماند

جب تل کا تیل گلاب کی صحبت سے روغنِ گلاب بن گیا تو اب اس کو اس کے ماضی پر طعنہ نہ دو کہ تو پہلے تل کا تیل تھا۔ ارے اب تو اس کا نام بھی بدل گیا (روغنِ گلاب) اور دام بھی بدل گئے۔ لہٰذا اگر کوئی گناہ گار توبہ کرلے تو اُس کو اُس کے ماضی پر طعنہ دینا حرام اور اُس کے ماضی کو سوچ کر اُسے حقیر جاننا کس قدر سوءِ ادبی ہے۔

التائب من الذنب كما ذنب له

جو شخص توبہ کرلے وہ ایسا ہو گیا جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا۔

توبہ سے نہ شرمائیے

ایسی حیاء وشرم جو توبہ سے روک دے، محمود نہیں ہے۔ سبحان اللہ گناہ کرتے وقت تو شرم نہ آئی اور توبہ کرتے ہوئے شرم آرہی ہے۔ اصل حیاء، وہ صفت ہے جو انسان کو بُرے کام سے روکتی ہے۔ حیاء تو یہ ہے کہ خدا تمہیں ایسی حالت میں نہ دیکھے جس سے اس نے منع کیا ہے۔

حقيقة الحياء ان مولاك لايراك حيث نهاك

گناہ میں کبھی پوری لذّت مل ہی نہیں سکتی

مومن کو گناہ کرتے وقت خدا کا خوف ضرور ہوتا ہے، اس سے خدا ناراض ہوگا اور آخرت میں عذاب ہوگا۔ یہ خیال ساری لذّت کو مکدّر کر دیتا ہے۔ اس وجہ سے مومن کو گناہ میں کبھی پوری لذّت نہیں مل سکتی۔

اور جس قدر مومن کا ایمان قوی ہوتا ہے، اُسی قدر گناہ سے غم ہوتا ہے۔

ترکِ گناہ کی کوشش کرتے رہئے خواہ معمولی ہی سہی

ترکِ کلی سے کوششیں بے ہودہ ہی سہی۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں

دوست دارد دوست ایں آشفتگی

کوشش از بے ہودہ بہ از خفتگی

خدا اپنے بندوں سے یہ ٹوٹی پھوٹی کوشش بھی محبوب رکھتے ہیں اور یہ بے ہودہ کوشش بھی بالکل سو جانے سے بہتر ہے۔

﴿ترکِ گناہ کے لئے اپنی ذہانت کو کام میں لائیے﴾

آپ دنیاوی کاموں میں کتنی ذہانت و ہوشیاری کا مظاہرہ کرتے ہیں، ہر وقت یہی فکر لاحق رہتی ہے کہ کہیں کوئی آپ سے بازی نہ لے جائے، کوئی آپ پر سبقت حاصل نہ کرلے۔ بزنس مین اور دکاندار کیسی ہوشیاری سے معاملات طے کرتے ہیں؟ لیکن افسوس یہی مومن آخرت کے کاموں میں کند ذہن اور احمق بن جاتا ہے۔ کبھی خیال نہیں آتا کہ کہیں شیطان مجھ پر غالب تو نہیں آگیا ہے؟ کہیں اُس نے مجھے بیوقوف تو نہیں بنادیا ہے؟ لہٰذا یہی ذہانت جو دنیاوی اُمور میں ہے، اسے کبھی دین کے لئے بھی کام میں لائیے۔ علم حاصل کریں، اپنے اعمال کو صحیح کریں، شیطان کے فریب اور دھوکوں کو اپنی ذہانتوں سے دور کریں۔

﴿شیطان سے ہرگز نہ ڈریں﴾

شیطان کا خوف بے وجہ ہے

اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفاً (سورۂ النساء، آیت ۷۶)

شیطان کے مکر و فریب بہت ضعیف و کمزور ہیں۔

خدا کے لطف و کرم اور عنایت کے ہوتے ہوئے اس سے بڑھ کر کوئی کمزور نہیں اور نہ اس سے زیادہ کوئی ذلیل ہے اور شیطان اس کتے کی مانند ہے جو گھر کے باہر دروازے پر کھڑا رہتا ہے۔ جس طرح بعض لوگ اپنے گھروں کے سامنے خوفناک کتا حفاظت کے لئے رکھتے ہیں، اب جو اُن سے ملنے جاتا ہے وہ کتا زور زور سے بھونکتا ہے اور اگر مالک زور سے ڈانٹ دے کہ خبردار اپنا آدمی ہے تو خاموش ہو جاتا ہے۔ اسی طرح شیطان بارگاہِ حق سے دھتکارا ہوا کتا ہے۔ بارگاہِ حق کے باہر کھڑا ہے، اب جب کوئی پریشان آدمی خدا کے دربار میں جانا چاہتا ہے تو یہ خوب وسوسہ ڈالتا ہے کہ یہ

پریشان ہو کر بھاگ جائے لیکن جب وہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

پڑھ لیتا ہے کہ میں اس مردود سے پناہ مانگتا ہوں تو خدا تعالیٰ اپنے اس کتے کو ڈانٹ دیتے ہیں کہ خبردار یہ ہمارا آدمی ہے خاموش ہو جا۔ اب جب گناہ کا تقاضہ ہو تو فوراً اعوذ باللہ پڑھ لینے سے خدا کی بڑائی سامنے آجاتی ہے اور وسوسہ ختم ہو جاتا ہے۔

علاج کا عزم کر ہی لیں جب معلوم ہے کہ آپ روحانی طور پر بیمار ہیں اور یقین حاصل ہو گیا تو آپ کو فوراً علاج شروع کر دینا چاہیے۔ اگر آپ واقعی گناہ چھوڑنے کا ارادہ کرلیں تو خدائی مدد آپ کے شاملِ حال ہوگی اور اگر بات صرف تمنا کی حد تک رہی، آگے نہ بڑھی تو ہلاکتِ اُخروی کا شدید خطرہ لاحق ہوگا اور اگر ارادہ کرلیا تو بھی اپنے ارادہ وعزم پر بھروسہ نہ کریں بلکہ اس وقت بھی یہی کہیں کہ اے اللہ! آپ کے بھروسہ پر آئندہ کے لئے یہ ارادہ وعہد کرتا ہوں کہ گناہ نہ کروں گا اور آپ میری مدد فرمائیے تاکہ میں اس عہد پر قائم رہ سکوں۔ بغیر حرکت کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ محض تمنا کر کے بیٹھے رہنے سے کچھ نہ ہوگا۔ خود ارادہ کرو گے تو وہاں سے بھی توجہ ہوگی۔ رحمتِ حق کے متوجہ ہونے کے لئے عادتاً ارادہ وعزم شرط ہے اور ہماری یہ حالت ہے کہ حرکت ہی نہیں کرتے۔

جو گناہ چھوٹ سکتے ہوں انہیں تو کم از کم چھوڑنا شروع کریں

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ جناب فلاں فلاں گناہ تو ہم سے ہرگز نہیں چھوٹ سکتے۔ چلیں ٹھیک ہے جو گناہ چھوٹ سکتے ہیں، کم از کم وہ تو چھوڑنا شروع کریں مثلاً رشوت کے بارے میں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر چھوڑ دیں گے تو دال روٹی کیسے

چلے گی؟ مگر داڑھی رکھنے میں کون سی مصلحت برباد ہوتی ہے؟ ابتدائے عمر میں تو اس لئے منڈوانی شروع کی تھی کہ خوب صورت معلوم ہوں گے لیکن اب بڈھے ہو کر منڈوانے میں کیا مصلحت ہے؟

اسی طرح بہت سے ایسے گناہ ہیں کہ اگر انہیں چھوڑ دیں تو دنیا کا کچھ بھی نقصان نہیں ہے۔ اُن کو چھوڑنے میں کیا قباحت ہے؟

ترکِ گناہان کے لئے پہلا قدم آج اور ابھی اٹھا لیجئے

جس طرح دنیاوی معاملات میں صرف فکر کرنے کو کافی نہیں سمجھا جاتا، جس طرح اگر کسی کے پاس آٹا ہو، مصالحہ ہو، ساز و سامان موجود ہو اور وہ کھانا نہ پکائے، صرف سوچتا رہے کہ کھانا کیسے پکے گا، کب میں کھاؤں گا، تو اُس کے فقط سوچنے سے کیا ہوگا؟ اس کی ترکیب یہ ہے کہ فوراً اٹھے اور ہمت کر کے پکانا شروع کر دے اور بھوک لگے تو کھانا کھالے۔ اسی طرح عالمِ آخرت کی فکر بھی کرے کہ جب میں مروں گا تو خدا کا سامنا ہوگا، رسولؐ اللہ اور آئمہؑ کے سامنے کیسی شرمندگی ہوگی؟ یہ سوچ کر عذاب سے بچنے اور نجات حاصل کرنے کی تدابیر شروع کر دے۔ شیطان نے بہت سے لوگوں کو بیکار رکھا ہے۔

خدا نے ماشاءاللہ آپ کو صاحبِ ارادہ بنایا ہے، بُرے بھلے کی پہچان دی ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ان گناہوں سے بچنے کے اقدام نہیں کرتے۔ کمر ہمت کسئے اور عزمِ مصمم کر کے آج اور ابھی سے اقدام شروع کر دیجئے۔

اقدام کر کے باقی کام خدا پر چھوڑ دیجئے

جن کے گھروں میں بچے ہیں اُن کو شب و روز یہ واقعہ پیش آتا ہے۔ مثلاً ایک

بچہ ہے جو دور کھڑا ہے، ہم نے اُس کو بلایا اور ہم کو معلوم ہے کہ وہ کتنا سفر کرے لیکن ہم تک نہیں پہنچ سکتا لیکن ہم اُس کے منتظر رہتے ہیں کہ دیکھیں یہ کیا کرتا ہے؟ وہ بچہ چلتا ہے، گر پڑتا ہے، پھر اُٹھتا ہے، پھر گرتا ہے۔ پوری کوشش کرتا ہے جب نہیں پہنچ پاتا تو رونے لگتا ہے۔ پھر یہ ممکن نہیں کہ اُس کو روتا دیکھ کر ہمیں صبر آجائے، فوراً دوڑ کر اُسے اٹھا لیتے ہیں۔ لہٰذا یہ مسافت ہم نے ہی طے کی ہے لیکن اُس بچے کی کوشش اور رونے کے بعد بچہ اگر یہ سمجھے کہ فاصلہ میں نے طے کیا ہے تو وہ نادان ہے۔ اسی طرح ہمارا عمل ہے کہ وہ تو ہمیں خدا تک پہنچانے والا نہیں ہے لیکن شرط کے درجے میں ضروری ہے، باقی کام تو فضل سے ہوتا ہے اور خدا تو وہ ہے جو بندہ کے بغیر رونے دھونے و کوشش کے بھی اس کی طرف متوجہ ہے۔ لہٰذا ہمیں عمل کر کے فضل کو طلب کرنا چاہیے۔ اسی لئے ارشاد ہے کہ

وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ (سورۃ النساء، آیت ۳۲)

اور اللہ سے فضل کی درخواست کیا کرو۔

اب یہاں پر یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ ہم فضلِ خدا کا سوال کریں لیکن معلوم نہیں ہماری درخواست کی سنوائی ہوگی بھی یا نہیں؟ تو اس نے آگے اس شبہ کو بھی خود ہی زائل کر دیا کہ

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (سورۃ النساء، آیت ۳۲)

یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔

لہٰذا سائل کی بھی اطلاع ہے اور سوال پر دیں گے بھی ضرور، ہاں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو شے آپ مانگتے ہیں وہ نہیں ملتی، مگر اس سے اعلیٰ درجے کی شے دے دیتے ہیں۔ مگر ہمارا ذہن وہاں تک نہیں پہنچ پاتا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی سائل نے کسی کریم سے ایک روپیہ مانگا مگر اس نے سونے کی اشرفی نکال کر دے دی۔ اب اگر

سائل عقل مند ہے تو نہایت خوش ہوگا اور مسرت سے پھولا نہ سمائے گا اور اگر نادان ہے تو شکایت کرے گا، ہم نے تو ایک روپیہ مانگا تھا وہ تو ہم کو نہ ملا۔ اب خصوصاً جو دین کے لئے دعا ہے وہ تو بعینہٖ ضرور قبول ہوتی ہے۔ دین چونکہ خیر محض ہے اس لئے وہ بعینہٖ عطا ہوتا ہے اور دنیا کی شے جو بندہ مانگتا ہے تو یہ کہ وہ اپنے مصالح سے واقف نہیں ہے، اس لئے وہ کریم بعینہٖ وہی شے عطا نہیں کرتا بلکہ اس کا نعم البدل عطا کر دیتا ہے۔ لہٰذا پہلا قدم آج سے اٹھائیے۔ اس معاملے کو کل پر نہ ٹالیں۔ بہت سے دینی طالب علموں کا بھی یہی خیال ہے کہ ابھی تو ہم پڑھ رہے ہیں جب پڑھ لیں گے اس وقت عمل کریں گے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ جس گناہ کو آپ آج نہیں چھوڑ سکتے اور جس ثواب کو آپ آج نہیں حاصل کر سکتے اور نفس پر آپ کو قابو نہ ہو تو کل بطریقِ اولیٰ آپ سے عمل نہ ہوگا۔ آج عمل کرنا آسان ہے، اس لئے جس قدر وقت گزرتا جائے گا نفس کے اندر بُرے اخلاق اتنا ہی جڑ پکڑتے جائیں گے۔

علاج سے پہلے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھیں کلابی تقویٰ سے پرہیز کریں

بعض لوگ مستحبات ومکروہات ووظائف ونوافل واذکار کی تو بہت پابندی کرتے ہیں مگر فجر کی نماز قضا کر دیتے ہیں۔ صدقات وخیرات کی طرف تو مکمل توجہ ہوتی ہے مگر فرض وما لی واجبات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے یا سُستی سے کام لیتے ہیں۔

ایک صاحب رشوت خور تھے مگر وظیفے کے بہت پابند تھے۔ وظیفہ پڑھتے وقت درمیان میں کسی سے بات چیت نہ کرتے تھے اور اشارے سے رشوت کا معاملہ بھی طے ہوتا رہتا تھا۔ یہ تقویٰ "کلابی" کہلاتا ہے کہ وظیفہ میں تو بات کرنے سے اتنا پرہیز اور رشوت سے پرہیز نہیں کرتے۔ کتے کی بھی یہی حالت ہے کہ ٹانگ کی تو اتنی احتیاط

کرتا ہے کہ اسے اٹھا کر رفع حاجت کرتا ہے کہیں نجاست کی چھینٹ نہ پڑ جائے اور ویسے دنیا کی ہر نجاست میں منہ ڈالتا پھرتا ہے۔

باطن کی اصلاح کے لئے Time Period مقرّر کیجئے

جس طرح ہم ظاہری علوم کی تحصیل میں میٹرک کے لئے ۱۰ سال Inter کے لئے ۱۲ سال، گریجویشن کے لئے ۱۴ سال اور ماسٹرز کے لئے ۱۶ سال تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح باطن کی درستگی کے لئے ایک سال میں کم ازکم ایک ماہ ہی خرچ کیجئے۔

باتیں بنانا چھوڑ یئے اور مرد میداں بن جایئے اور ۳ ماہ، ۶ ماہ یا ایک سال کا وقت مقرّر کر کے ایک ایک گناہ کو ختم کرتے جائیں۔ بالآخر ایک وقت ایسا آہی جائے گا کہ انشاء اللہ آپ کا دامن گناہوں سے بالکل پاک ہو جائے گا۔

مسلسل کوشش کرتے رہئے

چند عبادات واعمال کی انجام دہی کے بعد اکثر لوگ ابلیس کی طرح تباہ و برباد ہوگئے اور مسلسل نفس کی اصلاح سے بے فکر ہوگئے۔ کسی نے چند نمازیں پڑھ لیں، مجالسِ عزا میں چند آنسو بہالئے اور مسلسل ترک گناہ سے آزاد ہوگئے۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے درخت لگایا، پرورش کی۔ ایک دفعہ پھل آگیا اور پھر اس کے بعد اُسے پانی دینا چھوڑ دیا حالانکہ ایک دفعہ پھل آجانا کافی نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اگر کسی جانور نے اُس پر ایک ٹانگ بھی ماردی تو وہ گر پڑا یا گرمی آتے ہی وہ خشک ہو کر ختم ہوگیا۔

عقل کی بات یہ تھی کہ ایک دفعہ پھل آجانے سے بے فکر نہ ہوتا بلکہ اس درخت کو برابر پانی دیتا رہتا یہاں تک کہ تنا خوب موٹا اور مضبوط ہو جاتا اور اتنا اونچا ہو جاتا کہ جانوروں کا منہ اُس تک نہ پہنچ سکے۔ یہی حال مومن کا بھی ہونا چاہیے کہ برابر مجاہدہ

اور کوشش میں لگا رہے۔ گناہوں سے مسلسل بچتا رہے۔
حکم خدا بھی ہے کہ

وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ (سورۂ الحجر، آیت ۹۹)

اپنے ربّ کی اتنی عبادت کر کہ تجھے یقین (موت) آجائے۔
یعنی موت تک عمل سے مستغنی نہیں ہوسکتے۔

جب تک ہم طلب باقی رکھیں گے خدا کی طرف سے بھی توجہ و عطا کم نہ ہوگی۔ جو خدا دنیا میں ہے، وہی آخرت میں ہوگا۔ یہاں پر تو سب پر عیاں ہے کہ وہ کتنا رحیم و کریم ہے اور اس کی صفات میں تغیر ہے نہیں۔ پھر کیا خطرہ؟ انشاء اللہ وہاں بھی یہی رحمت ہوگی بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

بعض اوقات زیادہ محنت درکار ہوگی

ضروری نہیں ہے کہ ارادہ کرتے ہی سارے گناہ یکدم چھوٹ جائیں۔ اگرچہ ممکن ہے مگر پھر بھی بعض گناہوں کو چھوڑنے کے لئے بقول امام خمینیؒ "بعض اوقات ۲۰ سال کی محنت شاقہ درکار ہوسکتی ہے۔

آقائے مہدیٔ بحر العلومؒ ایک دفعہ دوران درس مسکرائے۔ شاگردوں نے دریافت کیا کہ اس مسکراہٹ کا سبب کیا ہے؟ تو فرمایا ۲۰ سال کی محنتِ شاقہ کے بعد مجھے آج محسوس ہوا ہے کہ آج میرے تمام اعمال ریاکاری سے پاک ہوگئے ہیں۔

تو خواہ کتنا ہی وقت کیوں نہ لگے، مومن پہلا قدم تو اٹھا ہی لے۔ انشاء اللہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ تمام گناہوں کے ترک پر قادر ہو جائے گا اور اگر اس دوران اسے موت آگئی تو انشاء اللہ رحمتِ خدا اسکے شاملِ حال ہوگی اور وہ بخش دیا جائے گا۔

چھوٹے گناہوں (گناہانِ صغیرہ) سے بھی اپنے آپ کو بچائیے

اگر چھوٹے گناہوں کو معمولی سمجھ کر کوئی شخص ارتکاب کرے گا تو اس میں خوف کا مادّہ کم ہو جائے گا اور پھر بڑے گناہوں کی طرف بھی وہ لامحالہ جائے گا اور اُن کا ارتکاب کرے گا۔

اور اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ جیسے کوئی کہے کہ میں کبیرہ گناہوں سے خود کو بچاتا رہوں گا اور صغیرہ ہو جائیں تو قابلِ معافی ہوں گے، ایسا ہی ہے جیسے کوئی بڑے سانپ سے خود کو نہ ڈسوائے بلکہ چھوٹے سانپ سے ڈسوالے۔ کیا کوئی یہ گوارا کر سکتا ہے کہ گھر میں چھوٹی سی چنگاری لگا دی جائے حالانکہ اس کی حقیقت ہی کیا ہے؟ لیکن پھر کوئی یہ گوارا نہیں کرتا اور یہ کہتا ہے کہ خدا بُری گھڑی نہ لائے۔ بعض دفعہ یہی چھوٹی سی چنگاری غضب ڈھا دیتی ہے۔ افسوس ایک معمولی سی دنیاوی چیز کی تو اتنی قدر اور ایسی احتیاط اور متاعِ ایمان کی ایسی بے قدری کہ اس میں گناہانِ صغیرہ کی چنگاری بھی لگانا گوارا ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ آپ چھوٹے چھوٹے گناہوں سے اپنے آپ کو بچائیں گے تو بڑے گناہوں سے لامحالہ ضرور ہی اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کریں گے اور رفتہ رفتہ سارے گناہ چھوٹتے چلے جائیں گے۔

پختہ ارادہ کر لیجئے

اکثر لوگ کہتے ہیں کہ فلاں کام ہم نے کرنا چاہا لیکن نہیں ہوا یا ہم نے کئی دفعہ گناہ چھوڑنے کا ارادہ کیا مگر ٹوٹ گیا۔ یقین جانئے کہ انہوں نے اس کا ارادہ ہی نہیں کیا تھا۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کام کی تمنا تو کی تھی مگر ارادہ نہیں کیا تھا۔ کیونکہ پختہ

ارادہ کے بعد عمل ہو ہی جایا کرتا ہے، یوں کبھی اتفاقاً نہ ہوا تو الگ بات ہے۔ (والنادر کالمعدوم) جبھی نیک کام کے ارادہ پر بھی ثواب لکھا جاتا ہے۔ شیطانی لشکروں پر آپکی جیت آپکے ارادہ پر موقوف ہے۔ ادھر آپ نے پکا ارادہ کیا اُدھر لشکرِ شیطان مغلوب ہو جائے گا۔

اب رہا یہ سوال کہ پختہ ارادہ کیوں نہیں ہوتا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی عظمت اور خوف دل میں نہیں ہے۔ گناہ اور نافرمانیوں کو ایک معمولی چیز سمجھ رکھا ہے۔ عام مومن کوئی چوری نہیں کرتا، ڈاکہ نہیں ڈالتا، حتیٰ کہ راستوں میں رفع حاجت تک نہیں کرتا، معلوم ہے کہ یہ قانوناً جرم ہے۔ حاکم کا خوف دل میں ہے، معلوم ہے کہ میری کوئی عذر خواہی نہ ہوگی اور سزا دی جائیگی۔ اسی طرح گناہوں کی سزا کے متعلق بھی سوچا جائے اور حشر کی سختی پر نگاہ ہو تو پھر پختہ ارادہ ہو ہی جاتا ہے۔ گناہوں کے لئے بہانے بنانا قبول نہ کیا جائے گا۔ چلیں اگر بہانے اور عذر بن بھی لئے جائیں تو وہ صرف ان گناہوں میں بظاہر چل سکتے ہیں جن کے چھوڑنے میں آمدنی کا بظاہر کوئی نقصان ہو جیسے سود۔ مگر پھر سوال یہ ہے کہ وہ گناہ کیوں کئے جاتے ہیں جن کے چھوڑنے میں آپکا کوئی نقصان بھی نہیں، جیسے جھوٹ، غیبت، لوگوں کو ستانا، اس میں کونسا فائدہ ہے؟

گناہ کرنے والوں سے راحت کوسوں دور ہے۔ کھانے پینے کی فراغت کا نام عیش میں ہے۔ اصل راحت دل کی راحت و چین ہے جو گنہگاروں کو نصیب نہیں۔ کافر تو بے فکر ہو کر گناہ کرتا ہے کیونکہ اُسے آخرت کا یقین نہیں مگر مسلمان کو تو گناہ کرتے وقت بھی مزہ نہیں آتا۔ بار بار دل میں خوفِ خدا سے خطرہ پیدا ہوتا ہے یعنی گناہ ہوتا بھی ہے اور بےلذت بھی۔

گناہ کے وسوسوں سے نہ گھبرائیں بس اُن پر عمل نہ کریں

کتنے ہی گناہوں کے وسوسے آئیں، "لاکھ تقاضۂ گناہ ہو آپ بس اس پر عمل نہ کریں، آپکا تقویٰ بالکل ٹھیک رہے گا۔ انسانی جسم میں ہر وقت کچھ نہ کچھ فضلات موجود رہتے ہیں۔ ایکسرے کرانے سے نظر بھی آجائیں گے لیکن جب تک وہ گندگی باہر نہ نکلے آپکا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اسی طرح گناہوں کے وسوسے ہیں، بس اس پر اگر عمل نہ ہو، آپکا تقویٰ باقی رہے گا۔

حضرت یوسفؑ کی طرح بھاگئے

حضرت یوسفؑ کو زلیخا جس مکان میں لے گئی، اس مکان کے سات حصے تھے اور ہر حصہ مقفل تھا تاکہ حضرت یوسفؑ باہر نہ جاسکیں۔ زلیخا نے خوشامدیں کیں، دھمکیاں بھی دیں لیکن عصمتِ نبوّت کے سامنے ایک نہ چلی۔ حضرت یوسفؑ نے دیکھا کہ ہر دروازہ مقفل ہے، کوئی صورت کرنا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے بھاگنا شروع کیا۔ آپ جس دروازے پر پہنچتے، اُس کا تالا خود بخود ٹوٹ کر گر جاتا اور دروازہ کھل جاتا۔ اس کے لئے مولانا رومؒ نے فرمایا کہ

ترجمہ: "اگر شیطان ونفس کے پھندے سے بچنے کا کوئی دروازہ نظر نہیں آتا، پھر بھی مایوس نہ ہونا چاہیے بلکہ حضرت یوسفؑ کی طرح دوڑنا چاہیے۔ پھر دیکھئے دروازہ پیدا ہوتا ہے یا نہیں؟"

لہٰذا آج کل پر اس اہم کام کو نہ ٹالئے۔ ہمت کیجئے۔ کاملین میں نہ اٹھائے گئے تو تائبین میں ضرور اٹھائے جائیں گے۔

ترکِ گناہان

کے چالیس طریقے

گناہ چھوڑنے کے یہ ۴۰ عمومی طریقے ہیں کہ جن پر عمل سے عمومی طور پر تمام گناہوں سے چھٹکارہ مل جاتا ہے۔ ورنہ گناہ چھوڑنے کے کچھ خصوصی طریقے بھی ہیں جو ہر گناہ سے الگ الگ متعلق ہیں مثلاً کچھ مخصوص طریقے ہیں جو غرور و تکبر سے نجات دلاتے ہیں، کچھ مخصوص طریقے ہیں جو ریا کاری سے نجات دلاتے ہیں، کچھ ہیں جو غصہ اور غضب سے متعلق ہیں، کچھ ہیں جو حُبِّ جاہ و شہرت اور غیبت و بدگمانی کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں۔ ان کو اگر الگ الگ بیان کیا جائے تو بہت زیادہ طوالت کا خوف تھا۔ لہٰذا فقط ان طریقوں کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ جن سے گناہ گار کی عمومی صلاحیتِ گناہ ہی متاثر ہو جائے اور وہ مجموعی طور پر تمام گناہوں سے بچ جائے۔

اپنے طبیب خود بنیئے

اسلام نے انسان کو یہی حکم دیا ہے کہ اپنی حفاظت خود کرے اور یہی بہت بڑا تربیتی قاعدہ ہے۔ اسی لئے قرآن میں فرمایا ہے کہ:

ہر انسان اپنی نیکی اور بُرائی سے خود آگاہ ہے اگرچہ وہ غور کرتا رہے۔

امام صادقؑ نے بھی فرمایا: تمہیں اپنے نفس کا طبیب اور معالج قرار دیا گیا، تجھے مرض بتلایا جا چکا، صحت و سلامتی کی علامت بھی بتلائی گئیں اور تجھے دوا بھی بیان کر دی گئی ہے۔ پس خوب فکر کرو کہ تم اپنے نفس کا کیسے علاج کرتے ہو؟

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ: انسان کے لئے لائق یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کی سرپرستی کو اپنے ذمہ قرار دے اور ہمیشہ اپنی رُوح اور زبان کی حفاظت کرتا رہے۔

اب یہ ہمارے اوپر منحصر ہے کہ ہم وہ تمام مقدمات فراہم کریں کہ ہم میں اپنے رُوحانی علاج کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

اگر ایک شیشی کے منہ کو مضبوطی سے باندھ دیں اور اسے دریا میں ڈال دیں تو ایک سال بھی وہ شیشی دریا میں پڑی رہے لیکن اُس میں پانی کا ایک قطرہ بھی داخل نہیں ہوسکتا۔ اس میں قصور کس کا ہے؟ دریا کا یا شیشی کا؟ کہ اس کا منہ ہی بند ہے۔ اب ہم جس قدر بھی اس کا منہ کھولیں گے پانی اُسی قدر اس کے اندر جائے گا۔ اگر شیشی میں ایک سوراخ پیدا ہو جائے تو پانی قطرہ قطرہ اس میں جانا شروع ہوگا اور اگر ایک مرتبہ شیشی کا منہ کھول دیا جائے تو پوری شیشی فوراً پانی سے بھر جائے گی۔

اسی طرح اگر کوئی مہذب نہ ہو تو نورِ خدا بھی اس کے دل میں نہ چمکے گا۔ تو یہ کوتاہی پروردگار کی رحمت بے کراں کی نہیں بلکہ خود اپنی کوتاہی ہے کہ اس شیشۂ دل کا منہ بند کر رکھا ہے اور عزم وارادہ سے کام ہی نہیں لیا ہے ورنہ دنیا کے اُمور کے لئے تو کیسے عزم وارادے سے کام لے کر مقاصد کو حاصل کیا جاتا ہے؟

طریقہ ۱: رو رو کر خدا سے دعائیں کریں

کہ اے اللہ آپ کی راہ میں، میں نفس کے مقابلے میں مغلوب ہو رہا ہوں، نفس مجھ پر غالب آرہا ہے، بار بار توبہ کرتا ہوں، ٹوٹ جاتی ہے۔ اے اللہ میں کمزور ہوں، آپ تو کمزور نہیں ہیں۔ بچہ اگر کمزور ہے تو کیا ہوا باپ تو طاقتور ہے، اے اللہ آپ تو طاقتور ہیں اپنی طاقت بھیج دیجئے۔ آپ غالب ہیں، ہم کو بھی ہمارے نفس پر غالب کر دیجئے۔

یعنی اگر میرے گناہوں کی وجہ سے آپ نے مجھے جہنمی لکھا ہوا ہے تو اس فیصلے کو کاٹ کر مجھے جنتی لکھ دیجئے۔ یعنی آپکا فیصلہ آپ پر حکومت نہیں کر سکتا۔ آپ کی قضا وقدر اور آپ کا فیصلہ آپ پر حاکم نہیں ہے، آپ کا محکوم ہے۔ لہٰذا حضورؐ نے بھی اپنی اُمت کو سکھایا کہ اللہ سے فیصلے بدلوا لو، تقدیریں بدلوا لو۔ تقدیر مخلوق نہیں بدل سکتی مگر خالق اپنے فیصلہ بدل سکتا ہے۔ لہٰذا گناہوں سے بچنے کے سلسلے میں اللہ ہی سے

فریاد کرو، پھر دیکھو وہ کیسے مدد کو آتا ہے۔

اور اسی لئے اللہ نے سورۃ الحمد میں "مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ" فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میری حیثیت قاضی اور جج کی نہیں ہوگی کہ وہ تو قانون مملکت کے پابند ہوتے ہیں۔ قانون کے خلاف نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں مالک ہوں قیامت کے دن کا۔ قاضی اور جج کی طرح سے پابند قانون نہ ہوں گا۔ جو گناہ گار قانون کی رُو سے جہنم کا مستحق ہوگا تو میں قانون سے مجبور نہ ہوں گا کہ اُسے جہنم ہی میں ڈال دوں، جس کو چاہوں گا اپنے مراحمِ خسروانہ اور اپنی رحمتِ شاہانہ سے بخش دوں گا۔

جب ایک بچہ گھٹنیوں چلتا ہے اور باپ اس کے ساتھ ہے تو جب وہ تھک جاتا ہے تو باپ گود میں اٹھا لیتا ہے۔ بس اب بچے کی ہمت بندھ جاتی ہے اور پھر وہ دو چار قدم بھی چلتا ہے تو باپ کی شفقت جوش میں آ جاتی ہے اور وہ جلدی سے گود میں اٹھا لیتا ہے اور

اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿ (سورۃ العنکبوت آیت ۶۹)

بے شک اللہ محسنین کے ساتھ ہے۔

کہ تم ہمت کرو تمہاری انگلی پکڑ کر لے چلیں گے اور قاعدہ بھی ہے کہ جب باپ بچے کی انگلی پکڑ لیتا ہے تو بچہ بے فکر ہو جاتا ہے اور اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ تم گھبراؤ نہیں تم ہمت کرو گے، ہم تم کو منزل تک پہنچا دیں گے۔

دُعا تو شیطان تک کی خدا نے قبول کی ہے اور وہ درخواست بھی قبول کی جو خاص عتاب کے وقت (بالعموم حالتِ غضب میں کوئی کسی کی درخواست قبول نہیں کرتا) اور شیطان کو وقتِ معلوم تک کی مہلت دے دی گئی۔ تو جب اسکی یہ دعا قبول ہوگئی تو ایک مومن کی دعا قبول ہونے میں کونسا امر مانع ہے۔

شیطان کے اس قصے میں مسلمانوں کے لئے ایک خوشی کا پیغام بھی ہے کہ جب

بارگاہِ الٰہی میں دشمنِ خدا کی دُعا قبول ہوئی تو ہماری کیوں قبول نہ ہوگی ۔مگر اتنا ضرور ہے کہ ہم شیطان کے برابر ہی اڑیل ہو جائیں۔

شیطان کے اس واقعہ سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں ۔اوّل تو اس کی بے حیائی کہ جوتیاں سر پر پڑ رہی ہیں اور اُس کو درخواست اور دُعا سوجھ رہی ہے ۔دوسرا اس کا یقین کہ باوجود اتنی بڑی نافرمانی کے پھر بھی اس کو پورا یقین کہ ضرور درخواست قبول ہوگی ۔تیسرا خدا کا فضل وکرم، جب دشمن کے ساتھ یہ برتاؤ ہے تو دوستوں کو کب محروم کیا جا سکتا ہے۔

لہٰذا دُعا کے ساتھ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہیئے ۔بار بار کی ناکام کوششوں پر بھی ثواب ملے گا ۔ایک صاحبِ علم نے جب حج کیا تو کہا اے اللہ! میں نے حج کر لیا ہے، اب ثواب دیجیئے خواہ حج قبول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو ۔اگر قبول ہو چکا ہے تب تو حجِ مبرور پر ثواب دینے کا آپ کا وعدہ ہے ہی اور اگر قبول نہ ہو تو یہ سخت مصیبت ہے اور مصیبت زدہ کے لئے بھی آپ نے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے ۔لہٰذا اُس دربار میں کوشش کے بعد ناکامی بھی کامیابی ہے۔

بلکہ خاصانِ خدا اور خدا کے مقبول بندوں وعلماء سے ترکِ گناہان کے لئے دعا کروایئے ۔خدا اپنے پیاروں کی دُعا کو ضرور سنتا ہے ۔محمدؐ وآلِ محمدؐ کا واسطہ دے کر سچے دل سے خدا سے مدد مانگئے، ناممکن ہے کہ یہاں سے طلب شدید ہو اور وہاں سے مدد نہ آئے۔

اے خدا آپ نے مجھے گناہ سے بچنے کی جو ہمت دی ہے اور تقویٰ کی جو صلاحیت دی ہے، اس کو مجھے استعمال کرنے کی توفیق دے دے کیونکہ اگر یہ طاقت نہ ہوتی تو تقویٰ فرض نہ ہوتا ۔کمزور پر تقویٰ فرض کرنا ظلم ہے اور اللہ ہر ظلم سے پاک ہے ۔تو معلوم ہوا کہ تقویٰ کی طاقت تو ہے، گناہ سے بچنے کی طاقت ہے مگر ہم اس کا

استعمال نہیں کرتے۔ لہٰذا اے پروردگار جو ہمت آپ نے مجھے دی ہے، اس کے استعمال کی توفیق دے دیجئے۔

طریقہ ۲: بُرے دوستوں کی صحبت سے کنارہ کشی

رسولؐ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ہر شخص اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، پس ہر شخص کو چاہیے کہ وہ یہ دیکھ لے کہ کس شخص کو دوست بنا رہا ہے۔

کہ اگر وہ دین دار ہے تو یہ شخص بھی دین دار ہے، اگر وہ بے دین یا بے عمل ہے تو یہ بھی ایسا ہی ہے۔ لہٰذا دوست کی بد دینی سبب ہے اس کی بد دینی کا اور دوست کی دینداری سبب ہے اس کی دینداری کا۔

ہمیں یہ غور کرنا بہت ضروری ہے کہ جس شخص کو میں نے دوستی کے لئے انتخاب کیا ہے آیا وہ دینداری کی حیثیت سے لائق دوستی ہے بھی یا نہیں۔

بہت سی بیماریاں اُڑ کر لگتی ہیں اور لوگ ایسے مریضوں کی عیادت کو بھی نہیں جاتے بلکہ جو امراض غیر متعدی ہیں یعنی دوسروں کو نہیں لگتے، اُن میں بھی یہ احتیاط کی جاتی ہے بلکہ اپنی اولاد کو بھی بچاتے ہیں۔

لوگوں سے ملنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ جیسے ضرورتاً بازار جانا ہوتا ہے کہ جس میں لوگوں سے ملنا ہوتا ہے۔ بلکہ ملنے سے مراد ہے دوستی کا ملنا۔ جبھی رسولؐ نے فرمایا کہ:

علیٰ دین خلیلہ (اپنے دوست کے طریقے پر)

یہ نہیں فرمایا کہ:

علیٰ دین صاحبہ (اپنے ساتھی کے طریقے پر)

خلیل کہتے ہیں جس کے ساتھ دل مل جائے۔

اب دیکھیں کہ لوگ اپنی اولاد کے لئے کیسے کیسے انتظامات کرتے ہیں، انھیں دنیاوی علوم سکھاتے ہیں اور اولاد بیمار ہو جائے تو ہزاروں روپے علاج پر خرچ کرتے ہیں مگر یہ فرمائیے کہ کسی نے اپنی اولاد کی اس ضرورت یعنی اچھے دوستوں کی صحبت کے متعلق بھی کبھی غور و فکر یا اقدام کیا ہے؟

تو جب یہ معلوم ہو گیا کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اور دین کی درستی ضروری ہے تو اب ہر شخص یہ غور کرے کہ وہ کس سے دوستی رکھتا ہے کہ اچھا دوست دین اور تقویٰ میں بھی ترقّی کا سبب ہوگا؟

لیکن دین داروں کی بھی یہ حالت ہے کہ جتنا دین اختیار کر لیا ہے اُسی پر بس کئے ہوتے ہیں، ترقّی نہیں کرتے حالانکہ ہر چیز میں ترقّی کرنے کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔ اخباروں، رسالوں اور لیکچروں میں اس کی ترغیب ہوتی ہے۔ تو جب دنیا کی باتوں میں ترقّی کی ضرورت ہوتی ہے تو دین کی ترقّی بھی ضروری ہے۔ سارے دنیاوی کام ضروری ہیں، اگر غیر ضروری ہے تو وہ صرف دین ہے۔ لیکن جب دین ہی نہ ہو تو خواہ دنیا کتنی ہی حاصل ہو جائے، کس کام کی؟

؎ نہ نماز ہے نہ روزہ ہے نہ زکوٰۃ ہے نہ حج ہے
تو پھر اس کی کیا خوشی ہو کوئی جنٹ ہے کوئی جج ہے

مگر اب تو حالت یہ ہے کہ اچھے اور دین دار دوستوں کی صحبت کا بھی اہتمام نہیں ہے اور اگر ہو تب بھی اُن سے بجائے اس کے کہ دین میں ترقّی کرتے، دنیا ہی کے متعلق بات چیت اور اقدام تک محدود رہے۔ یعنی دین داروں سے دوستی کی بھی تو دنیا کی خاطر۔ دیندار کی صحبتِ نیک کا پہلا اثر دل پر یہ ہوتا ہے کہ پہلے تو یہ شبہ دل میں ہوتا ہے کہ میرے اندر فلاں کمی پائی جاتی ہے اور دوسرے یہ کہ بُری باتیں، واقعتاً بُری محسوس

ہونے لگتی ہیں اور رفتہ رفتہ تمام بُرائیاں جاتی رہتی ہیں۔ جبھی کہا گیا ہے کہ

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

تھوڑی دیر اللہ والوں کی صحبت، سو سالہ بے ریا اطاعت سے بھی بہتر ہے۔

ایک شبہ: بہت سے زاہدانِ خشک اچھے دوستوں کی صحبت میں وقت صرف کرنے کو بھی منع کرتے ہیں تاکہ خلوت میں خدا سے مناجات کی جائے، دوستوں کے ساتھ وقت نہ لگایا جائے۔ اس کا جواب کسی نے کیا خوب دیا ہے کہ: یہ جو آپ خلوت (تنہائی) کو صحبت (میل ملاپ) پر ترجیح دے رہے ہیں تو اس خلوت کی خوبیاں بھی آپ کو جلوت ہی کی بدولت معلوم ہوتی ہیں۔ ہاں البتہ اگر صحبتِ نیک یا اچھے دوست میسّر نہ ہوں تو پھر تنہائی ہی خوب ہے کہ اگر کسی مریض کو دوا میسّر نہ ہو تو پرہیز تو اس کو لازمی ہی ہے۔

سورۂ زخرف، آیت ۳۶ میں ارشاد ہے کہ ''جو کوئی رحمٰن کے ذکر سے منہ موڑے گا، ہم شیطان کو اس کے پیچھے چھوڑ دیتے ہیں جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ (شیاطین) ایسے لوگوں کو اللہ کی یاد سے روک دیتے ہیں جبکہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہی حقیقی ہدایت یافتہ ہیں۔ جب قیامت کے دن وہ ہماری بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو کہیں گے کہ کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب جیسا فاصلہ ہوتا۔ تو (شیطان) کس قدر بُرا ساتھی تھا۔

سورۂ فرقان میں بُرے لوگوں کی صحبت میں خراب ہو جانے والے لوگوں کے اثرات بیان کئے ہیں کہ ''جس دن ظالم حسرت شدّت کی وجہ سے اپنے ہاتھ چبائے گا اور کہے گا کاش میں نے رسولؐ کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا۔ کاش میں نے فلاں (گمراہ شخص) کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اُس نے مجھے اللہ کی یاد سے روک دیا''۔

لہٰذا گناہوں سے بچنے کے لئے پوری کوشش کریں کہ نیکوکار اور صالح افراد کو اپنا دوست بنائیں۔ جیسی مولا علیؑ کا ارشاد ہے کہ "اہلِ عقل کی صحبت دلوں کو آباد کرتی ہے" ایک اور مقام پر فرمایا "نیک لوگوں کی صحبت بُرے لوگوں کو نیک لوگوں سے ملا دیتی ہے اور بُرے لوگوں کی صحبت نیک لوگوں کو بُرے لوگوں سے ملحق کر دیتی ہے۔"

حضرت لقمانؑ کی نصیحت ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے کہ "اے بیٹا: اہلِ علم سے دوستی کرو اور ان کے نزدیک رہو۔ اُن کے گھر آیا جایا کرو تا کہ اُن جیسے ہو جاؤ اور (دنیا و آخرت میں) ان کے ساتھ رہو۔ (غررُ الحکم)

گناہ اور بُری اخلاقیات متعدی بیماریوں کی طرح ہوتی ہیں۔ (لگ جانے والی بیماریاں) جو تیزی سے دوستوں اور ساتھیوں میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ خاص طور پر اگر انسان کم عمر ہو، معلومات کم ہوں، ایمان و عقائد کمزور ہوں تو دوسروں کی اخلاقی خصوصیات تیزی سے اثر انداز ہوتی ہیں۔ ایسے بُرے افراد سے میل جول انسانوں کے لئے زہرِ قاتل ہے۔

نوجوان اگر یہ دیکھیں کہ میرے کچھ ایسے دوست ہیں جو مجھے بُرائیوں میں مبتلا کرتے ہیں، اُن کے ساتھ رہنے سے میں گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہوں تو ایسے دوستوں کو سمجھائیں ورنہ اُن سے کنارہ کشی کریں۔ جنابِ نوحؑ کے کافر بیٹے کی ہٹ دھرمی اور کفر کی وجہ اُس کے بُرے دوست بتائی گئی ہے۔

طریقہ ۳: دوسروں کو دیکھیں اور عبرت حاصل کریں

مشہور ہے کہ اَلسَّعِیْدُ مَنْ وَعِظَ بِغَیْرِہٖ
خوش قسمت ہے کہ جو دوسروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرلے۔

پروردگارِ عالم کا بھی ارشاد ہے کہ:

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ط (سورۂ یوسف، آیت ۱۱۱)

ہم نے پچھلی امتوں کے قصّے اس واسطے بیان کئے ہیں تاکہ لوگ عبرت پکڑیں۔

کہ فلاں شخص نے ایسا کیا تھا تو اس کو وہ عذاب ملا تھا اور رسولؐ اللہ جب معراج پر گئے تو انہوں نے گناہ گاروں پر ان کے ایسے دردناک عذاب دیکھے جو ہم اپنی عام زندگی میں انجام دیتے رہتے ہیں مثلاً جھوٹ، غیبت، تہمت، بے پردگی وغیرہ۔ ہم بھی اگر یہی انجام دیں گے تو ایسی ہی سزا پائیں گے۔

لہٰذا مرنے والوں بلکہ مصیبت زدہ لوگوں کو دیکھ کر بھی عبرت حاصل کیجئے۔ جب کوئی مرجائے تو چونکہ ہمارے لئے بھی یہ دن آنے والا ہے تو اس سے بھی عبرت حاصل کر کے اپنا حال درست کرنے کی فکر کیجئے۔

لیکن آج کل غفلت کچھ ایسی بڑھ گئی ہے کہ مرنے والوں کو دیکھ کر بھی ہماری حالت میں ذرا تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ لہٰذا دوسروں کو مبتلائے مصائب دیکھ کر بھی ڈریئے کہ اکثر مصیبتیں گناہوں کو انجام دینے سے وارد ہوتی ہیں۔ جبھی اکثر مقامات پر تنبیہ آتی ہے کہ مبتلائے مصیبت کو دیکھ کر مت ہنسو۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ

فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَ يَبْتَلِيْكَ

اللہ اس پر رحم فرمادے اور تم کو مبتلائے مصیبت کردے۔

کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھا کھانا کھا رہا تھا کہ اس وقت ایک فقیر مانگنے کے لئے آیا، اُس نے فقیر کو جھڑک دیا۔ پھر اتفاق سے اس کے ایسے حالات ہوگئے کہ کاروبار تباہ ہوگیا اور اتنا پریشان ہوا کہ بیوی کا نان ونفقہ تک برداشت نہ کرسکا اور اسے طلاق دے دی۔

بیوی نے کسی اور دولت مند سے نکاح کرلیا۔ اتفاق سے وہ عورت اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ کھانا کھا رہی تھی کہ کوئی فقیر دروازے پر آیا تو اس شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ جاؤ اسے کچھ خیرات کردو۔ دروازے پر گئی اور روتی ہوئی واپس لوٹی اور کہا کہ یہ تو میرا پہلا شوہر ہے اور سائل کو جھڑکنے کا واقعہ بیان کیا۔ اس کے دوسرے شوہر نے کہا کہ شاید تم نے مجھے نہیں پہچانا، میں وہی جھڑکا ہوا سائل ہوں۔ خدا نے مجھے مال بھی عطا کیا اور اس کی بیوی بھی دی۔

غرض خدا کی قدرت بھی بڑی عجیب ہے۔ اس سے ہمیشہ عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ نجانے کس بات نے ہمیں اس قدر بے فکر کردیا ہے کہ کسی حادثہ کو دیکھ کر بھی متنبہ نہیں ہوتے حالانکہ پروردگار کو ہر جگہ قدرت حاصل ہے۔ اس سے بچ کر کہاں جائیں گے، پھر بھی گناہوں پر اتنی دلیری؟

ایک ملاح سے کسی نے پوچھا کہ تمہارے والد کا انتقال کیسے ہوا؟ اس نے کہا دریا میں ڈوب کر، اس نے پوچھا دادا کا؟ کہا وہ بھی پانی میں ڈوب کر۔ اس شخص نے ملاح سے کہا کہ تم پھر بھی دریا میں رہتے ہو، ڈرتے نہیں؟ ملاح نے سوال پوچھنے والے سے پوچھا، آپ کے والد محترم کا انتقال کہاں ہوا تھا، اس نے کہا گھر میں، پوچھا دادا کا انتقال کہاں ہوا تھا! کہا گھر میں، ملاح نے کہا پھر بھی تم گھر میں رہتے ہو اور ڈرتے نہیں ہو۔

تو اللہ تعالیٰ کی قدرت تو ہر جگہ موجود ہے، اس کے قہر سے تو کسی جگہ مامون نہیں ہوسکتے۔ البتہ بچنے کی فقط ایک صورت ہے۔ حضرت موسیٰ سے پوچھا گیا کہ اگر آسمان کمان ہو اور مصیبتیں تیر ہوں اور خدا تعالیٰ تیر انداز ہو تو انسان بچ کر کہاں جائے؟ تو حضرت موسیٰ نے فرمایا: تیر انداز کے قریب ہوجائے کہ تیر دور والے پر چلائے جاتے ہیں۔

پوچھنے والے نے گواہی دی کہ بے شک آپ اللہ کے نبی ہیں کہ یہ جواب سوائے نبی کے کوئی اور نہیں دے سکتا۔

جب کسی بچے کی پیدائش کی اطلاع ملے تو اپنی آخرت کو یاد کرے کہ اب تو کتنی نئی نسلیں پیدا ہو چکی ہیں اور میرا رخصت کا وقت قریب آ رہا ہے۔

لوگوں کو بازاروں وشاہراہوں پر چلتے دیکھے تو سوچے کہ میں نہ ہوں گا اور یہ سارے کام ویسے ہی چلتے رہیں گے تو کیوں نہ میں اس جگہ کو آباد کروں جہاں مجھے ہمیشہ رہنا ہے۔ کسی کے انتقال کی خبر سنیں تو اپنی حالت کا تذکر کریں۔

دنیا کی آگ کو دیکھیں اور جہنم کی آگ کا تصور کریں

نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً (سورۂ واقعہ آیت ۷۳)

ہم نے اس دنیا کی آگ کو آخرت کی آگ کی یاد دہانی کا سبب قرار دیا ہے۔

(خدا کرے کہ ہم اس آگ سے عبرت پکڑیں)

روایت میں ہے کہ ایک روز امام محمد تقیؑ کی خدمت میں گرم گرم شوربہ رکھا گیا۔ حضرتؑ نے اسے ہاتھ لگایا، دیکھا گرم تھا تو اس وقت امام نے فرمایا

اعوذ باللّٰہ من النّار

میں جہنم کی آگ سے پناہ مانگتا ہوں

یعنی جب میں اس شوربے کی حرارت کو برداشت نہیں کر سکتا تو بھلا جہنم کی آگ کو کس طرح برداشت کر سکوں گا۔

اس پر امام علیؑ کا وہ واقعہ یاد کیجئے کہ جب امامؑ ایک عورت کے یتیم بچوں کے لئے روٹی پکا رہے تھے تو امامؑ ہماری تنبیہ کے لئے جہنم کی آگ کو یاد کر رہے تھے۔

طریقہ ۷: متقی اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کریں

خصوصاً ایسے مومنین جو علمِ دین بقدرِ ضرورت رکھتے ہوں، خواہ پڑھ کر، خواہ علماء کی صحبت سے عمل میں مستقیم ہوں، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہوں، علماء سے رُوگرداں نہ ہوں اور نہ اُن سے استفادہ میں کوتاہی کرتے ہوں اور اُن کی صحبت میں آخرت سے رغبت اور دنیا سے بے رغبتی کی خاصیت ہو۔

جس میں یہ علامات ہوں، اس سے تعلق خاطر پیدا کرلیں پھر دیکھیں کہ اس کے آثار آپ میں کیسے سرایت کرتے ہیں اور خود بخود گناہوں سے نفرت اور نیکیوں کی طرف رغبت بڑھ جائے گی۔

جبھی قرآن میں کہا کہ:

وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ (سورۂ توبہ، آیت ۱۱۹)

اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

کہ اگر ان کے ساتھ رہو گے تو ان کے دل کا تقویٰ تمہارے دل میں منتقل ہو جائے گا مگر دل سے محبت کرو۔ ان کے دل سے اپنا دل ملا دو، چراغ سے چراغ جل اٹھتا ہے۔ اگر چراغ کا برتن ہزاروں روپے کا بھی ہے، اس پر کتنے ہی ہیرے کیوں نہ جڑے ہوں اس وقت تک روشن نہیں ہو سکتا جب تک کسی جلتے ہوئے چراغ کی لَو سے مَس نہ ہو جائے۔ اس کے بغیر نہ تو وہ خود روشن ہو گا نہ کسی دوسرے چراغ کو روشن کر سکے گا۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ اگر دو تالاب ہوں اور ایک تالاب مچھلیوں سے محروم ہو اور دوسرے تالاب میں مچھلیاں ہوں، اگر یہ خالی تالاب اپنی سرحدیں، بھرے

ہوئے تالاب کے لئے کھول دے تو اس کی ساری مچھلیاں اس خالی تالاب میں آجائیں گی۔ اسی طرح دین داروں سے تعلق رکھنے سے اُن کے دل کا تقویٰ اُن کے دوستوں کے دلوں میں سرائیت کر جاتا ہے۔

مٹھائی کا نام لینے سے منہ میٹھا نہیں ہوتا۔ اسم کے رٹنے سے مستی کا ملنا لازم نہیں آتا، مستی اُن سے ملتا ہے جو مستی والے ہیں۔ کسی مرد بزرگ کا کیا خوب کہنا ہے کہ مٹھائی والے سے مٹھائی ملتی ہے، کپڑے والے سے کپڑا ملتا ہے، امرود والے سے امرود ملتا ہے، آم والے سے آم ملتا ہے اور اللہ والوں سے اللہ ملتا ہے۔

آپ کے دل کو سکون کبھی گناہ سے نہ ملے گا۔ گناہ مسلسل کرنے سے بھی شہوت کی آگ نہ بجھے گی۔ لیکن متقی و پرہیزگاروں کی صحبت سے جو آپ کے دل میں نور آئے گا وہ آپ کی نارِ شہوت کو ٹھنڈا کر دے گا اور گناہوں کے تقاضے مغلوب ہو جائیں گے۔ نور کا مزاج ٹھنڈا ہوتا ہے اور نار میں تکبر اور اکڑ ہوتی ہے۔ نار کا الف ہمیشہ کھڑا رہتا ہے اور نور میں واؤ لگ جانے سے وہ جھکا رہتا ہے۔ اطاعتِ خدا کے سامنے سجدہ ریز رہتا ہے۔ لہٰذا جس کے دل میں متقین کی صحبت سے نور آئے گا وہ واؤ بن جائے گا، اس میں تواضع کی شان پیدا ہو جائے گی۔

﴿طریقہ ۵: اپنے ظاہر کو پہلے دُرست کرلیں﴾

ظاہر کی درستی بھی بے کار نہیں ہے۔ بلکہ اس کا اثر ہمارے باطن پر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ جب فرعون کے جادوگروں سے مقابلے کے لئے تشریف لے گئے تو مقابلہ کے بعد ساحر تو مسلمان ہو گئے تھے لیکن فرعون نہیں ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ نے خدا سے سبب پوچھا تو ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ! ساحرانِ فرعون نے اس وقت تمہارا لباس پہنا ہوا تھا، ہماری رحمت نے گوارا نہ کیا کہ تمہارے ہم لباس دوزخ میں جائیں۔ اس لئے ہم نے ان کو ایمان

کی توفیق دی اور فرعون اس سے محروم رہا۔ بس خلاصہ یہ ہوا کہ ظاہر کی درستی بھی اچھی چیز ہے کہ اس کے بعد میں باطن کی درستگی کا انتظام ہو جاتا ہے۔

مثلاً عورت اگر ظاہری پردے کی پابندی کرے اور مرد حضرات اگر داڑھی رکھ لیں تو وہ خود ہی دیکھیں گے کہ کچھ عرصے بعد اپنے اندر کتنی تبدیلی محسوس کریں گے اور ایک نورانیت اور قربِ پروردگار کی لذت حاصل ہوگی اور پھر اپنا ظاہر شریعت کے مطابق بنالینا آدمی کو مجبور کردیتا ہے کہ وہ مزید گناہ نہ کرے اور اپنے اندر بدعملی کی وجہ سے وہ شرمساری محسوس کرتا ہے اور آہستہ آہستہ اس سے گناہ چھوٹتے چلے جاتے ہیں۔

طریقہ ۱۶: اللہ کی محبتِ کاملہ پیدا کریں کہ وہ گناہوں سے بچاتی ہے

یہ نہ سمجھئے کہ محبت تو امرِ غیر اختیاری ہے۔ اس کا پیدا کرنا تو ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ پھر اس کی تدبیر کیا کریں؟ تو یہ سوچنا غلط ہے۔

چاہے محبت غیر اختیاری ہو مگر اس کو پیدا کرنے کے اسباب اختیاری ہیں۔ اس کے لئے ایک ۵ جزو کا نسخہ ہے۔ اس کا اہتمام کر کے دیکھ لیجئے، انشاءاللہ تھوڑے ہی دنوں میں خدا تعالیٰ سے محبت پیدا ہو جائے گی اور تمام امراضِ باطنی سے نجات مل جائے گی۔

۱) تھوڑی دیر تنہائی میں ذکرِ خدا انجام دیں۔ چاہے ۱۵، ۲۰ منٹ ہی کیوں نہ ہو اور نیت اس کی یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو۔

۲) کسی وقت تنہائی میں بیٹھ کر خدا کی نعمتوں کو سوچا کریں اور پھر اپنے طرزِ زندگی پر غور کریں کہ ان نعمتوں کے بعد بھی ہم خدا کے ساتھ کیا معاملہ کر رہے ہیں اور کس قدر احسان فراموشی کی زندگی گزار رہے ہیں اور اس کے باوجود پروردگارِ عالم ہمارے ساتھ کیسی لطف و مہربانی سے پیش آرہا ہے۔

۳) جو لوگ متقی و پرہیزگار وعلماء ہوں اُن سے اپنے احوال کی درستگی کے لئے راہ و رسم پیدا کریں۔ اگر ان کے پاس جانا دشوار ہو تو کم از کم خط و کتابت وفون ہی کے ذریعے رابطہ رکھیں اور خدا کا راستہ ان سے دریافت کریں اور اپنے امراض باطنی کا علاج اور دعا ان سے کروائیں۔

۴) خدا کے احکام کی پوری اطاعت کریں کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جس کا کہنا مانا جاتا ہے، اُس سے محبت بڑھ جاتی ہے۔

۵) پروردگارِ عالم سے دعا کریں کہ وہ اپنی محبت عطا فرمادیں۔

ان ۵ باتوں کی پابندی سے بہت جلد آپ اپنے اندر تبدیلی محسوس کریں گے۔

طریقہ ۷: واجب و مستحب نمازوں کی ادائیگی

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ ؕ (سورۃ العنکبوت آیت ۴۵)

بیشک نماز بُری اور فحش باتوں سے روکتی ہے۔

نماز آخر کس طرح گناہوں کی بجا آوری سے روکتی ہے؟ کیونکہ

۱۔ نماز سے گناہوں کا شوق نیکی کے شوق سے بدل جاتا ہے۔

۲۔ تین قوتوں کی کمی وزیادتی سے انسان گناہ کرتا ہے۔ قوتِ عقلیہ، شھوانیہ اور غضبیہ اور نماز ان تینوں قوتوں کو اعتدال میں لے آتی ہے، جس سے گناہ چھوٹ جاتے ہیں۔

۳۔ دن کی ۱۷ رکعات میں نمازی ۱۰ مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھتے ہوئے صِرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ پڑھتے ہوئے صراطِ مستقیم پر رہنے کی دعا مانگتا ہے اور صراطِ مستقیم پر وہی آتا ہے جسے گناہ چھوڑنے کی توفیق ہو جائے اور یہ توفیقِ دعا اسی کو ہوتی ہے کہ جو نماز پڑھتا ہے اور کیونکہ یہ دعا نماز ہی میں مانگی جاتی ہے لہٰذا فرمادیا کہ یہ گناہوں سے روکتی ہے۔

۴۔ نماز اگر جماعت سے پڑھی جائے تو بدرجۂ اولیٰ گناہوں سے روکتی ہے کیونکہ

نماز جماعت پڑھنے سے صالحین کی صحبت ملتی ہے۔ جس کا اثر یہ ہے کہ قلب بدل جاتا ہے۔ پہلے گناہوں سے مانوس تھا، اب نیکیوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا گناہ چھوڑنا آسان ہو جاتا ہے۔

اصول کافی میں رسولؐ خدا سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک فرشتہ لوگوں کے درمیان آواز دیتا ہے کہ اُٹھو اور اپنے پیچھے تم لوگوں نے جو آگ جلا رکھی ہے، اس کو نماز سے خاموش کر دو''۔

بعض افراد ان واجب نمازوں فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی فضیلت سے ناواقف ہیں۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ:

''خدا کے نزدیک نمازِ واجب، ہزار حج اور ہزار عمرۂ مقبول کے برابر ہے''۔

اصول کافی میں ایک روایت امام صادقؑ سے ہے کہ:

''ایک نماز واجب، بیس حج سے بہتر ہے اور ایک گھر جو سونے سے بھرا ہوا ہو اور اُس کو راہِ خدا میں خرچ کر دیا جائے، اُس سے ایک حج بہتر ہے''۔

نماز کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ بقول امام صادقؑ ''اس کے لئے چار ہزار احکام ہیں''۔

امام نے مزید فرمایا کہ: ''معرفتِ خدا کے بعد میں کسی ایسی چیز کو نہیں جانتا جو نماز سے بہتر ہو''۔

نماز کے جتنے ارکان ہیں ان میں سے ہر ایک گناہوں سے روکنے میں معاون ہے۔ قیام، رکوع، سجدہ، دعا، خشوع وخضوع وغیرہ۔

تجربہ بھی اس بات کا شاہد ہے کہ بے نمازیوں کی نسبت بہرحال نمازی گناہ کم کرتے ہیں۔ اسی طرح نمازوں کو جماعت سے پڑھنے والے عموماً فرادیٰ پڑھنے

والوں سے کم گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ مسجد کی برکت سے انہیں توبہ کی بھی جلد توفیق ہو جاتی ہے۔

نمازوں سے صحیح معنوں میں گناہوں سے تب ہی بچا جا سکتا ہے کہ جب نمازیں مکمل احترام اور خشوع وخضوع سے پڑھی جائیں اور خدا کے دربار میں کسی بھاگے ہوئے غلام کی طرح واپس ہونا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ خدا کے علاوہ گناہ گار کے پاس کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ جو آج اُس کی بارگاہ میں پشیمانی سے سر جھکائے گا کل قیامت میں وہی سر بلند ہوگا کیونکہ وہ کریم ہے اور اپنے ان گناہ گار بندوں پر کرم کرنا چاہتا ہے جو اس کی طرف متوجہ ہوں۔

جو شخص سورۂ کہف کی آخری آیت سوتے وقت پڑھے
تو جس وقت چاہے گا بیدار ہو جائے گا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ؏

یہ بات تجربہ شدہ ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ جب چاہے گا اس آیت کو پڑھ کر بیدار ہو جائے گا۔

اسی طرح مستقل طور پر نماز جماعت میں شریک ہونا انسان کو منافق ہونے سے بچاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ: ''صبح اور عشاء کی نماز میں شریک ہونا منافقین کے لیے بہت دشوار ہے''۔

رسول اللہ ارشاد فرماتے ہیں: ''جو شخص عالم پیش نماز کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے گویا وہ میری اور حضرت ابراہیمؑ کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے۔''

نمازی اپنے دل کو سمجھائے کہ تقویٰ اور گناہوں سے بچے بغیر اس نماز کا کیا فائدہ ہے؟

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ:

''ہماری ولایت عمل اور تقویٰ کے علاوہ کسی اور طریقہ سے نصیب نہیں ہو سکتی''۔

طریقہ ۵: چند مخصوص اذکار الٰہی کا ورد کرے

کچھ مخصوص اذکار کا زیادہ سے زیادہ ورد کرنا بھی گناہوں سے بچاتا ہے۔ حضور قلب، باوضو حالت میں قبلہ رُخ ہو کر پوری توجہ کے ساتھ ان اذکار کو پڑھنے اور نتیجہ حاصل کرنے کے لئے کم از کم ۴۰ روز تک ان دستورات و وظائف پر عمل کرے، بہت ممکن ہے کہ خدا کا لطف و کرم اس پر ہو جائے۔ اگر مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہوں تو بھی مایوس نہ ہو اور دوسرے چالیس شب و روز ان پر پھر عمل کرے۔ اسی طرح تیسرے اور چوتھے چالیس شب و روز، جب تک کہ نتیجہ حاصل نہ ہو، عمل کرتا جائے، جیسے ہی اس قابل ہوگا، اس کا دل خدا کے فیض کا محل قرار پا جائے گا۔

مندرجہ ذیل چند اوراد بہت نفع بخش ہیں مثلاً!

☆ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ ☆ یَا مَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ

☆ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

☆ یَا غَنِیُّ یَا مُغْنِیُّ ☆ یَا فَتَّاحُ

اسی طرح نمازِ شب میں آیاتِ سخرہ (سورۃ الاعراف کی آیات ۵۴،۵۵،۵۶) کو ۷ بار پڑھنا (جو یقین حاصل کرنے اور خیالات دور ہونے کے لئے نہایت مفید اور مجرب ہے)۔

جو بھی ان لفظی اذکار کو زبان پر جاری کرتا ہے وہ بھی دل میں اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو، خدا کی طرف توجہ رکھتا ہے۔ اسلام میں ان کلمات و اذکار کو کہنا بھی مطلوب ہے اور عظیم ثواب رکھتا ہے۔ جب اللہ کا ذکر کرنے والا خدا کو یاد کرتا ہے تو گویا وہ اللہ کی

طرف حرکت کرتا ہے۔ اُسے خدا عالی مرتبہ میں جذب کر دیتا ہے اور اُس کے دل کے کنٹرول کو اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔

رسولؐ اللہ فرماتے ہیں کہ : ''خدا فرماتا ہے کہ جب میں بندے کو اپنے میں مشغول اور متوجہ پاتا ہوں تو اسے سوال کرنے اور مناجات کرنے کا علاقہ مند بنا دیتا ہوں اور اگر کبھی غفلت طاری ہو جائے تو اُس کے عارض ہونے سے رکاوٹ کھڑی کر دیتا ہوں''۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں : ''جو شخص بھی خدا کا بہت زیادہ ذکر کرے تو وہ اللہ کی محبت کا مورد قرار پائے گا اور جو اللہ کی یاد میں بہت زیادہ مشغول ہو گا اُس کے لئے دو برأت نامے لکھ دیئے جائیں گے، ایک دوزخ سے نجات اور دوسرے نفاق سے نجات۔

(جب ایسی حالت ہو جائے گی تو گناہ کا خیال کس بدنصیب کو آئے گا۔)

حقیقت یہی ہے کہ اللہ کا نام بہت بڑا ہے۔ اگر غفلت سے بھی اُس کا نام نکل جائے تو بغیر اثر کے نہیں رہ سکتا۔

ذکرِ خدا کا ایک حق تو اس کی کمیت ہے اور دوسرا حق اسکی کیفیت ہے۔ ذکر ''کماً و کیفاً'' کامل ہو۔ معمولی بیماری، مشغولیات یا سفر ہو پھر بھی بالکل ناغہ ہرگز نہ کیجئے۔ سفر میں مجبوری ہے تو چلئے ایک تسبیح ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' ہی کی سہی۔ بغیر تسبیح فاطمہ زہراؑ پڑھے سو جانا بھی مناسب نہیں ہے۔

کم از کم ان اذکار کی ایک تسبیح تو پڑھ ہی لے جائے۔ جیسے اگر ایک گلاس پانی کی پیاس ہو اور کوئی ایک چمچہ پانی دے تو کیا پیاس بجھے گی؟ معلوم ہوا کہ مقدار بھی صحیح ہونی چاہیئے۔

اسی طرح سخت گرمی میں پورا گلاس پانی تو مل گیا مگر گرم پانی۔ ٹھنڈا نہ ملا تو کیا پیاس بجھے گی کیوں؟ کمیت تو صحیح تھی لیکن کیفیت نہ تھی اور نفع، کامل اسی وقت ہوتا ہے جب مقدار و کیفیت بھی صحیح ہو اور ایسا ذکر پھر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے، مکمل خلوص کے ساتھ۔ کیونکہ پہنچنے والے کتنا ہی ذکر کر لیں لیکن جب تک پہنچانے والا توجہ نہ کرے گا، کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک جذب نہ ہو کوئی سالک اللہ تک پہنچ نہیں سکتا۔ اللہ کا راستہ غیر محدود ہے۔ جب غیر محدود طاقت سے اللہ کھینچتا ہے تب جا کر سلوک طے ہوتا ہے اور یہ جو ہم ذکر کرتے ہیں یہ اُن کی رحمت کا بہانہ ہے۔

پیغمبرِ اسلام نے برحق فرمایا ہے کہ:

''جب کسی کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہو گے تو ایک دن دروازہ سے ضرور کوئی سر نکلے گا''۔

یعنی جب دروازے تک پہنچ ہی گئے تو اب کھٹکھٹاتے رہو، جب اُن کو رحم آئے گا تو کھل جائے گا۔ اللہ اللہ کرنے والا ایک دن ضرور صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے۔ ذکر کرنے میں تو ایک وقت لگ سکتا ہے، مہینہ، چھ مہینے یا سال لیکن جب دروازہ کھلتا ہے، جب نسبت عطا ہوتی ہے تو اس میں تدریج نہیں ہوتی۔ اچانک عطا ہوتی ہے آنِ واحد میں۔ ذکرِ خدا کے صدقے میں ایسی روحانی حیات عطا ہوتی ہے کہ سالک غفلت کے تمام تعلقات کو خود بخود توڑ دیتا ہے۔

امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ: کیا تمہارے لئے یہ عزت و شرف کافی نہیں ہے کہ تمہیں اپنے عظیم نام کو تمہاری اس زبان سے لینے اور ذکر کرنے کی اجازت دے دی ہے جسے تم گناہوں کی پلیدی میں نجس اور آلودہ کر چکے ہو۔

طریقہ ۹: پابندی سے تلاوت قرآن اور کچھ مخصوص سوروں کی تلاوت

تلاوت قرآن

امیر المومنین حضرت علیؑ ارشاد فرماتے ہیں :

''قرآن کے واسطے سے اپنی رُوح کی بیماریوں کا علاج کرو اور مصائب کے ساتھ مڈبھیڑ میں اس سے مدد لو کیونکہ قرآن بزرگ ترین بیماری کفر، نفاق اور گمراہی سے شفا دیتا ہے''۔

اور فرمایا:

''قرآن کے نور سے شفا حاصل کرو کیونکہ وہ دلوں کو شفا بخشتا ہے''۔

لہٰذا مومن کو چاہیئے کہ روزانہ جب وقتِ فراغت ملے یا کام کے دوران بھی جو قرآنی سورے یاد ہوں، اُن کی تلاوت کرے۔

۱۱ مرتبہ تلاوت سورۂ توحید

مولا علیؑ فرماتے ہیں: ''جو شخص بعد نماز صبح گیارہ مرتبہ سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھے، لاکھ بار بھی شیطان کوشش کرے مگر گناہ سرزد نہ ہوگا۔

تلاوت سورۂ محمدؐ

امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں ''جو کوئی سورۂ محمدؐ کو پڑھتا رہے گا، گناہوں سے بچا رہے گا اور دین میں اسے شک نہ ہوگا۔

اسی طرح سورۂ زلزال، سورۂ قارعہ، سورۂ نباء، سورۂ تکاثر کو با معنی سمجھ کر پڑھنا بھی گناہوں سے بچاتا ہے۔

تلاوت سورۂ منافقون

رسولؐ ارشاد فرماتے ہیں" جو پابندی کے ساتھ سورۂ منافقون کی تلاوت کرے گا ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ نفاق سے بَری ہو جائے گا۔

تلاوتِ سورۂ واقعہ

تفسیر مجمع البیان میں ہے" جو بھی سورۂ واقعہ کو برابر پڑھتا رہے گا اُس کا شمار اہلِ غفلت میں نہیں ہوگا"۔ (کیونکہ سورۂ واقعہ میں شروع سے آخر تک قیامت کی کیفیت، موت اور جنت وجہنّم کا تذکرہ ہے تو اس کی تلاوت سے خود بخود اس کا دل بیدار ہو جائے گا۔)

اگر کوئی قرآن کی تلاوت تدبّر کے ساتھ کرے تو یقیناً اس کا اثر پڑھنے والے پر پڑے گا جیسا کہ چشمہ کا قطرہ قطرہ پانی پتھر پر بھی اثر انداز ہو جاتا ہے۔ انسان تلاوت کی تکرار کے ساتھ اثرِ مطلوب حاصل کرے گا اور غفلت کی بیماری کا علاج پالے گا۔ کتاب" مصابیح القلوب" میں ایک جوان کی حکایت نقل ہوئی ہے کہ وہ اُن آیات کو سن کر بیہوش ہو گیا جو جہنّم کے شعلوں کو بیان کرتی ہیں۔ ہوش میں آیا تو اُس نے فرمائش کی کہ کچھ اور آیات تلاوت کریں۔ جب یہ آیت تلاوت کی گئی کہ

اے ایمان والو: خود اور اپنے خاندان والوں کو آتشِ جہنّم سے بچاؤ۔

تو اس کا دل برداشت نہ کر سکا، گر پڑا اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ لوگوں نے اس کی تجہیز وتکفین میں شرکت کی۔ غسل دینے والوں نے دیکھا تو قلمِ قدرت سے اس کے سینے پر لکھا ہوا تھا۔

فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ۙ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۙ (سورۂ الحاقّہ، آیت ۲۱،۲۲)

وہ زندگی سے خوش ہے اور بہشتِ عالی میں ہے۔

اس رات لوگوں نے اُسے خواب میں دیکھا کہ وہ تاج کرامت پہنے نہایت پُر جلال ہے اور کہہ رہا ہے کہ خدا نے مجھے شہیدوں سے بڑھ کر رتبہ عنایت فرمایا ہے اور مجھ سے کہا گیا ہے کہ شہید تو کافروں کی شمشیر سے ہوتے ہیں لیکن تو آیتِ قہرِ خداوندی سے مرا ہے۔

لہٰذا دل اگر عذابِ الٰہی کی آیت سے جل جائے تو لطفِ الٰہی کا مرہم بھی اُسی کے لئے ہے۔ اگر آنکھوں میں خوفِ خدا سے گریہ ہو تو خدا ان آنکھوں کو روشن کردے گا اور بصیرت عطا کرے گا، جو کان آیاتِ الٰہی سے متاثر ہو جائیں وہ کان بھی ہوشمند ہو جائیں گے۔

تلاوت قرآن میں جب تک تدبّر نہ ہو، ہدایت کے لئے فقط رٹے رٹائے طریقے سے پڑھنا اتنا مفید نہیں ہے جتنا تدبّر و غور و فکر کے ساتھ پڑھنا۔ ترجمۂ قرآن تو کفّار بھی سمجھ جاتے تھے اور ہم سے زیادہ سمجھتے تھے۔ مگر ان کو کچھ نفع نہ ہوا کیونکہ فقط سرسری طور پر سنا تھا، تدبّر نہ کیا تھا کہ جس پر عمل مرتب ہوتا۔ کہیں قرآن روزِ قیامت شکایت نہ کرے کہ خدایا! باوجود اس کے کہ تو نے میری تلاوت کا حکم دیا تھا، کتنے مومنین ایسے تھے کہ جنھوں نے زحمت ہی نہ کی کہ مجھے سامنے رکھ کر بھی میری تلاوت نہ کی یا فقط دیکھ کر بھی پڑھنا نہیں سیکھا۔

خدایا بعض افراد جو پڑھتے تھے، انھوں نے میری تلاوت کا حق ادا نہ کیا یعنی وضو و طہارت یا تفکّر و تدبّر کے بغیر جلدی جلدی تلاوت کرتے تھے۔

خدایا بعض لوگ میرے مطالب نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی اس کی کوشش کرتے تھے۔

خدایا بعض میری آیات کو پڑھتے اور سمجھتے بھی تھے مگر ان پر عمل نہیں کرتے تھے۔

خدایا بعض مومنین تو مخالفین قرآن سے بھی پیچھے رہ گئے جبکہ علیؑ نے وصیت کی تھی کہ

دیکھو تم مسلمانوں کے مخالفین قرآن سے فائدہ اٹھانے اور اس پر عمل کرنے میں تم سے آگے نہ بڑھ جائیں۔

خدایا بعض مومنین نے فقط بعض آیات پر عمل کیا اور باقی آیات سے روگردانی اختیار کرلی۔

خدایا بعض نے محمدؐ و آل محمدؑ کی حقیقی تفسیر کو چھوڑ کر خود ساختہ تفسیر بازاے کی۔

بعض نے میری آیات کے بالکل اُلٹے معنی کر دیے۔

مجھے زندہ دلوں کے درمیان پڑھنے کے بجائے مُردوں کے لئے پڑھا گیا۔

مجھے درسی نصاب اور تعلیم یافتہ نسلوں سے جدا کر دیا گیا۔

مجھے فقط سفر کے لئے نکلتے وقت، دلہن کی رخصتی کے وقت اور رمضان کی مخصوص شبوں میں فقط سر پر رکھنے کی حد تک مجھ سے استفادہ کیا، پھر سال بھر مجھ سے غافل رہے۔

مجھے فقط فال، استخارے اور قسم اٹھانے کے وقت لایا گیا۔

لہٰذا قرآن سے ہدایت حاصل کریں، تلاوت قرآن کی بھی پابندی ہو، مخصوص سورے بھی پابندی سے پڑھے جائیں اور آیات میں تفکر، تدبر اور ان پر عمل کا اہتمام کیا جائے تو دیکھیں گے کہ دل کا زنگ کیسے دور ہوتا ہے اور روح ایک نئی تازگی کے ساتھ بیدار ہوگی۔ گناہوں سے مشرق و مغرب جتنی دوری ہو جائے گی

طریقہ ۱۰: طبیب روحانی (علماء) کی طرف رجوع کرنا

ایک عالم کے پاس ایک شخص آیا کہ گناہوں میں غرق ہوں، نمازیں پڑھوں یا آپ کے درسِ اخلاق میں آجایا کروں۔ عالم نے فرمایا اگر کسی کو بیماری ہو تو وہ نماز پڑھے گا یا ڈاکٹر کے پاس جائے گا؟

غرض علماء کی صحبت سے دل میں خدا کی محبت پیدا ہوتی ہے اور دل رزائل سے پاک ہو جاتا ہے اور پھر صاف دل سے عمل میں، نماز میں اور لطف آئے گا۔ جب گھر والوں سے محبت ہوگی، تب گھر زیادہ خوبصورت نظر آئے گا۔

علماء کی صحبت سے کچھ سیکھنے سے مراد ہے کہ ان سے تقویٰ سیکھئے۔ اگر صحبت علماء سے اِدھر اُدھر کی باتیں مقصود ہوں تو یہ وقت کا ضیاع ہے۔

کن علماء کے پاس آمد و رفت رکھیں؟ قرآن میں حکم ہے:

اِنْ اَوْلِیَآ ؤُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (سورۃ الانفال، آیت ۳۴)

ہمارے ولی صرف متقی بندے ہیں۔

پھر فرمایا:

وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (سورۃ توبہ، آیت ۱۱۹)

اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

کونوا امر ہے اور امر بنتا ہے مضارع سے اور مضارع میں تجدد و استمرار کی صفت ہوتی ہے۔ جس کا مطلب ہوا کہ استمراراً اور دواماً اہل اللہ کے ساتھ رہو۔

ایک غلطی: شیطان جب دیکھتا ہے کہ یہ شخص فلاں جگہ سے دین سیکھ رہا ہے، اپنی اصلاح کر رہا ہے تو یہ اس کے دل میں اس عالم سے کوئی بدگمانی ڈال دیتا ہے۔ پھر وہ وہاں جانا چھوڑ دیتا ہے اور شیطان اپنی سازش میں کامیاب ہو جاتا ہے اور بدگمانی ڈال کر علماء اور دینی مراکز سے دور کر دیتا ہے۔ اگر کوئی عالم آپ کے لئے مناسب نہ رہا ہو تو کوئی اور تلاش کر لیجئے، کسی دوسرے کے پاس چلے جایئے۔ بدگمانی کی وجہ سے انسان کو دین کے خادم اور مراکز بُرے نظر آنے لگتے ہیں۔

حکایات میں ہے کہ ایک خوفناک حبشی کو جنگل میں ایک آئینہ پڑا ہوا ملا۔ اس نے

اٹھایا تو اپنی خوفناک شکل نظر آئی، چیخ مار کر آئینہ پھینک دیا اور بولا کہ کمبخت تیری اتنی خراب شکل ہے، جبھی تجھے کوئی جنگل میں پھینک گیا ہے۔

بہت سے لوگ جو بلا دلیل شرعی علماء کو بُرا بھلا کہتے ہیں، وہ اصل میں اُن کے باطن کی شکل ہوتی ہے، جو اُن کو دین کے خادموں میں نظر آتی ہے۔اس بیماری سے خدا کی پناہ مانگئے۔ ویسے تو حُسنِ ظن ہر مومن سے ہی ہونا چاہیے مگر علمائے ربانی سے زیادہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر علماء ہی سے حُسنِ ظن ختم ہو گیا تو گویا یہ شخص تو راستے ہی میں مارا گیا، اسے اب کچھ نہ ملے گا۔

بعض لوگ چند اصطلاحات و کتابیں پڑھ کر محقق بننے کا شوق پورا کرتے ہیں اور اپنے تئیں علماء بلکہ مجتہدین و مراجع تک کی اصلاح شروع کر دیتے ہیں۔ان کی مثال کچھ ایسی ہوتی ہے کہ جیسے ایک چوہا جا رہا تھا اور اسکے قریب ہی ایک اونٹ بھی جا رہا تھا، جس کے گلے کی رسّی زمین پر لٹک رہی تھی۔ چوہے نے وہ رسّی اپنے دانتوں میں دبا لی اور اُس کے آگے آگے چلنے لگا۔ چوہے نے سمجھا کہ اونٹ تو آج میرا مُرید بن گیا ہے، کیسا میرے پیچھے پیچھے چل رہا ہے۔ اب میری ہر طرف شہرت ہو جائے گی کہ اونٹ جیسا دیو ہیکل آج میرا غلام بنا ہوا ہے۔ اونٹ بھی یہ دیکھ رہا تھا کہ میاں چوہے کب تک میری رہنمائی فرماتے ہیں؟ جب آگے دریا آیا تو اب چوہا وہیں رُک گیا۔ اونٹ نے کہا کہ شیخ صاحب! جب آپ نے خشکی میں میری رہنمائی فرمائی ہے تو پانی میں بھی چلیے، آپ رُک کیوں گئے؟ چلیے میں چلتا ہوں، میرے فقط گھٹنوں تک ہی تو پانی ہے تو چوہے نے کہا کہ جہاں تک تمہارے گھٹنے کا پانی ہے وہاں کے بہاؤ میں تو میری پشتیں ڈوب جائیں گی۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ جو چھوٹے اور نااہل، علماء و اکابرین کے مصلح اور رہبر

بننا چاہتے ہیں، اُن کا حال اسی چوہے کی طرح ہوتا ہے جو اونٹ کی رہبری کر رہا تھا۔

ایک ذرے نے پہاڑ سے کہا! میں ذرا تجھے آزماؤں گا اور اپنے ترازو میں تجھے تولوں گا۔ پہاڑ نے کہا اے ذرے! جب تو مجھے اپنے ترازو میں رکھے گا تو تیرا ترازو ہی پھٹ جائے گا، تو مجھے وزن نہیں کر سکتا۔

لہٰذا علماء کی صحبت میں باادب بیٹھئے، اُن سے حلال وحرام پوچھئے، گناہوں سے ترک کے طریقے دریافت کریں، انہیں بڑا سمجھیں، بڑا عالم بھی خود کو بڑا نہیں کہے گا۔ آپ کو خود ہی انہیں بڑا سمجھنا ہوگا، تب ہی اُن سے کچھ حاصل ہوگا اور گناہوں سے بچنے کا ملکہ پیدا ہو سکے گا۔

علماء سے تعلق کے معنی یہ نہیں ہیں کہ انھیں کسی دعوت یا ناشتے پر بلا لیا جائے اور بس اُن کا حق ادا ہو گیا۔ بلکہ انھیں اپنے حالات سے آگاہ کیا جائے اور پھر اُن کے مشوروں پر عمل کیا جائے۔

ان سے ملنے کی یہی ایک راہ ہے

ملنے والوں سے راہ پیدا کر

اُن کی ہدایات پر سختی کے ساتھ عمل کریں۔ اگر ایک ڈاکٹر کہہ دے کہ خبردار فلاں چیز نہ کھانا ورنہ شدید نقصان ہوگا تو مومن اسے چھوڑ دیتا ہے۔ افسوس ہے کہ ایک معالج کے کہنے سے ایک لذیذ غذا کو چھوڑ دیا اور پرہیز کی مصیبت برداشت کر لی اور رسولؐ و آئمہؑ یا علمائے ربانی کے کہنے سے تھوڑی سی مشقت بھی برداشت نہیں کی جاتی۔

چلئے اگر انھیں راہنما بنانے کے لئے دل مطمئن نہیں ہوتا تو پیر نہ بنایئے لیکن مشیر بنانے میں کیا حرج ہے؟ دینی مشیر سے مشورہ لینے میں حرج ہی کیا ہے؟ لیکن تجربہ یہی ہے کہ مسلسل اور پابندی سے علماء کے دروس ومجالس میں جانے سے ہی تبدیلی آتی

ممکن ہے۔ جیسے انڈا مسلسل اکیس دن جب مرغی کے پروں میں رہتا ہے تب اس میں جان آتی ہے۔ اگر کچھ دن مرغی کے پروں میں رکھ دے اور پھر نکال لے یا مرغی کو بھگا دے تو پھر بچہ پیدا نہ ہوگا۔ جس طرح انڈے میں جسمانی حیات کے لئے ایک مدّت تک مرغی کے پروں میں رہنا ضروری ہے یہاں تک کہ مُردہ زردی حیات پا کر بچہ بن جاتا ہے اور پھر وہ چونچ سے چھلکے کو توڑ کر خود باہر آ جاتا ہے۔

اسی طرح مسلسل درسِ اخلاق و مجالس میں شرکت تبدیلی پیدا کر دیتی ہے۔ روحانی بیماریوں کے علاج کے لئے مقدسِ اردبیلیؒ، مہدی بحر العلومؒ، فیض کاشانیؒ اور ملا احمد نراقیؒ کا انتظار نہ کریں۔ آج کے موجودہ متّقی علماء کو ڈھونڈیئے جن کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو۔ اُن سے تعلق خاطر پیدا کر کے ان سے علم و حکمت کو حاصل کیجئے۔

علماء کی صحبت سے فیض حاصل کرنے کے بھی کچھ آداب ہیں

۱۔ سننا۔۔۔۔ دین کی باتوں کو سننے کے لئے وقت نکالئے، درسِ فقہ و اخلاق میں جایئے، اس علم کو حاصل کرنے کی ضرورت کو سمجھئے۔

۲۔ خاموش رہنا۔۔۔۔ اُن باتوں کو پوری توجہ سے سننا اور خاموش رہنا۔ شائد خدا نے انسان کو دو کان اور ایک زبان اس لئے بھی دی ہے کہ وہ سنے زیادہ اور بولے کم۔

رسولؐ کے مخلص اصحاب جب حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے تو ایسے ساکت و صامت رہتے تھے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں کہ ذرا سی حرکت سے اُڑ جائیں گے۔

۳۔ حفظ کرنا۔۔۔۔ جو باتیں سنی جائیں وہ فوری طور پر فضا میں تحلیل نہ کی جائیں بلکہ یاد رکھی جائیں۔ حافظہ کو جس قدر استعمال کیا جائے گا، اتنا ہی وہ مضبوط اور قوی

ہوگا۔لوگوں کا بھی عجیب حال ہے،انھیں اپنے کانوں پر اعتماد ہے اور اسے استعمال کرتے ہیں، آنکھ پر اعتماد ہے اور اسے استعمال کرتے ہیں، ہاتھ پاؤں پر اعتماد ہے اور انھیں استعمال کرتے ہیں۔آخر انسان کے پاس حافظہ بھی تو ہے اس پر کیوں اعتماد نہیں کرتے؟ کیوں اسے استعمال نہیں کرتے؟ استعمال ہی سے تو کوئی چیز نکھرتی اور جلا پاتی ہے۔عام طور پر لوگ حافظہ کا استعمال نہیں کرتے، جس کی وجہ سے کانوں میں پڑی ہوئی باتیں جلد ذہن سے نکل جاتی ہیں۔

عام طور پر تجربہ و مشاہدہ ہے کہ جو لوگ گناہ اور معصیت سے بچتے ہیں اور تقویٰ و پرہیزگاری کی راہ کو اختیار کرتے ہیں، اُن لوگوں کی قوت حافظہ زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔

۴۔ تحریر کرنا۔۔۔۔۔ درس میں سنی ہوئی باتیں تحریر کرلی جائیں اور وقتاً وقتاً سے انھیں دیکھتے رہنا چاہیے تاکہ تازہ رہیں۔آج کل ہم معمولی معمولی دنیا کی باتوں کو نوٹ کرنے کے لئے رجسٹر اور نوٹ بک رکھتے ہیں۔لیکن مطالعہ یا تقریر یا نصیحت کی سنی ہوئی باتوں کو نوٹ کرنے کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا۔دینی نوٹ بک بھی ضروری ہے تاکہ اسلامی آداب وسنن واحکام کو گاہے بگاہے دیکھ کر اصلاح کرتا رہے۔

۵۔ عمل کرنا۔۔۔۔ باتیں سننے اور انھیں لکھنے کے بعد ان پر عمل بھی ضروری ہے۔

۶۔ نشر کرنا۔۔۔۔ مومن کا کام فقط یہ نہیں ہے کہ وہ خود کو سدھار لے بلکہ اسکی ایک ذمہ داری دوسروں کی اصلاح بھی ہے۔دین کی جتنی باتیں معلوم ہوں اُن کو پھیلانے اور نشر کرنے کی جہد مسلسل اور سعی پیہم۔

درس و مجلس میں بیٹھنے کے آداب

۱۔ علماء کی خدمت میں حاضری صدق دل کے ساتھ ہو۔

۲۔ جانے سے پہلے استغفار کے ذریعے دل کو صاف کرلیا جائے کیونکہ ہدایت

دل کی نگاہ سے ملتی ہے اسلئے جب نگاہ صاف ہوگی تو ہدایت تک پہنچ بڑی آسانی اور سہولت کے ساتھ ہوگی۔

انسان جب کسی دل پسند چیز کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ دیکھنے سے پہلے اپنی عینک اتار کر اسکے شیشہ کو صاف کرتا ہے تاکہ پوری وضاحت وصفائی کے ساتھ اسے دیکھ سکے۔ عینک پر چڑھے گرد وغبار اس کو دیکھنے سے حارج ومانع نہ ہوں۔ اسی طرح جب کسی عالمِ باعمل کے درس یا مجلس میں اصلاح کی نیت سے جائیں تو پہلے دل کے آئینے کو توبہ واستغفار کے کپڑے سے اچھی طرح صاف کرلیں۔ اس کے بعد دل بغیر کسی رکاوٹ کے انوار وبرکاتِ علومِ محمدؐ وآلِ محمدؐ کو حاصل کرسکے گا اور آپکی بیمار روح ضرور شفا پائے گی۔

۳۔ دروس ومجالس میں شرکت ہشاش بشاش دل اور مکمل نشاط سے کریں۔ نیند یا اونگھ کا غلبہ نہ ہو، آپس میں باتیں نہ کریں۔

۴۔ بار بار اٹھ کر اِدھر اُدھر نہ جائیں، موبائل فون بند رکھیں۔

۵۔ آپس میں مل جل کر بیٹھیں، درمیان میں خلاء نہ رکھیں تاکہ بعد میں آنے والوں کے لئے آسانی سے خالی نشست موجود رہے۔ درس ومجلس جاری ہو تو بعد میں آنے والا سلام نہ کرے بلکہ خاموشی کے ساتھ بیٹھ جائے۔

۶۔ جو لوگ زیادہ فہیم وسمجھدار ہوں انہیں بیان کرنے والے کے قریب بیٹھنا چاہیئے تاکہ بیان کرنے والے کو بھی شرح صدر رہو۔ سامعین کے اندر طلب اور توجہ ہو تو بیان کرنے والے پر بھی مضامین کے دروازے کھلتے ہیں۔

۷۔ علمائے باعمل کی صحبت سے ذکرِ خدا کی توفیق بھی ہوجاتی ہے۔ جس طرح تسبیح ہاتھ میں رکھنے سے خدا یاد آجاتا ہے، اسی طرح اللہ والوں کو دیکھ کر بھی خدا یاد آتا ہے

اور ذکر خدا خواہ ناغہ سے ہو یا بے لذت ہو، اپنا کام ضرور دکھا جاتا ہے۔

طریقہ ۱۱: گناہوں کو یکدم ورنہ آہستہ آہستہ چھوڑ دیجئے

سب سے بہتر تو یہی ہے کہ جو انسان گناہ اور بُرے اخلاق میں آلودہ ہو چکا ہو اُسے یکدم خدا کی طرف رجوع اور توبہ کرنا چاہیے۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اسی طریقے سے اپنے نفس پر غلبہ حاصل کیا اور آخرِ عمر تک اس کے پابند رہے۔ یہ انقلاب کسی عالم، واعظ یا استاد کے ایک جملے یا اشارے سے پیدا ہو جاتا ہے، کبھی کسی دعا، ذکر یا مجلس میں کسی آیت یا روایت یا حدیث سننے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ کبھی کوئی بظاہر معمولی سا واقعہ دل کو تبدیل اور روشن کر دیتا ہے۔ جیسے بُشر حافی کا واقعہ کہ جس کا گھر رقص و سُرور کا مرکز بنا ہوا تھا اور امام موسیٰ کاظمؑ نے اس کے گھر کے سامنے سے گذرتے ہوئے اسکی کنیز سے پوچھا تھا کہ اس گھر کا مالک آزاد ہے یا غلام؟ جب کنیز نے کہا کہ وہ آزاد ہے۔ تو امامؑ نے فرمایا تھا "تو نے سچ کہا کیونکہ اگر یہ بندہ غلام ہوتا تو اپنے مالک اور مولیٰ سے ڈرتا اور اس طرح خدا کی نافرمانی میں غرق اور گستاخ نہ ہوتا"۔ کنیز نے جا کر بُشر کو ساری بات بتائی۔ امامؑ کا یہ مختصر سا جملہ بُشر کے دل پر تیر کی طرح لگا اور اس نے یکدم گناہوں سے توبہ کر لی۔ شراب کا دسترخوان اٹھا کر پھینک دیا اور دوڑتا ہوا ننگے پاؤں امامؑ کے پیچھے گیا اور اُن کے قدموں پہ گر پڑا، مولاؑ میں آپ سے اور اللہ سے معافی مانگتا ہوں، میں نے اسکی بندگی کو فراموش کر دیا تھا، میں توبہ کرتا ہوں کیا میری توبہ اللہ قبول کر لے گا؟ امامؑ نے فرمایا ہاں اللہ تیری توبہ قبول کر لے گا۔ اگر تو اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دے۔ بُشر نے یکدم توبہ کی اور اس نعمت کے شکریہ کے طور پر ساری زندگی ننگے پاؤں چلتا رہا کہ کہیں اس توبہ سے غافل نہ ہو جائے

(اس کی وجہ سے اسکا نام بشر حافی یعنی "ننگے پاؤں والا" ہو گیا)۔

اسی طرح ایک شخص جو ظالم بادشاہ کا ملازم تھا، مالِ حرام کماتا، شراب و کباب کی لذتوں میں مست اور ہمسایوں کو تکلیف پہنچانا اس کا شیوہ تھا۔ کسی طور گناہ نہ چھوڑتا تھا۔ ایک دفعہ ابو بصیرؒ سے گفتگو میں کہا کہ جب مدینہ جاؤ تو امام صادقؑ سے کہنا کہ میرے لیے دعا کریں۔

ابو بصیرؒ جب کوفہ سے مدینہ آئے اور ساری بات امام جعفر صادقؑ کو بتائی تو امام نے فرمایا جب تم کوفہ جاؤ تو میرا سلام اسے پہنچانا اور اسے کہنا کہ اگر تو اس حالت (یعنی گناہوں کو) ترک کر دے تو میں تیری جنت کا ضامن ہوں۔ جب اسے امام کا یہ پیغام ملا تو اتنا اثر ہوا کہ وہیں رونے بیٹھ گیا اور ابو بصیرؒ سے قسم کھلوائی کہ واقعی امام نے یہی فرمایا ہے اور پھر کہا کہ بس میرے لئے یہی کافی ہے۔ کافی دن بعد ابو بصیرؒ کو اپنے گھر بلوایا اور دروازے ہی کے پیچھے سے آواز دی کہ اے ابو بصیرؒ سارا مالِ حرام لوگوں کو واپس کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ اپنا لباس بھی دے دیا ہے اور بے لباس اس دروازے کے پیچھے کھڑا ہوں، میں نے امام کے حکم پر فوراً عمل کیا ہے اور یکدم تمام گناہوں کو ترک کر دیا ہے۔ ابو بصیرؒ بہت خوش ہوئے۔ کافی عرصے بعد جب اس کا وقتِ انتقال قریب آیا تو ابو بصیرؒ اس کے پاس عیادت کے لئے گئے تو حالتِ احتضار میں اس نے کہا "اے ابو بصیرؒ!

امام صادقؑ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ یہ کہتے ہی انتقال کر گیا۔"

ابو بصیرؒ جب اس سال حج کو گئے تو جب امامؑ کے گھر میں داخل ہی ہوئے تھے اور اُن کا ایک پاؤں دروازے کے باہر اور ایک اندر تھا کہ امام صادقؑ کی آواز آئی "اے ابو بصیرؒ ہم نے تیرے ہمسائے سے جو وعدہ کیا تھا، اُسے پورا کر دیا۔ ہم نے جو

اس کے لئے جنت کی ضمانت لی تھی، وہ اسے دلوادی ہے۔"

ایسے لوگ بہت بہادر اور شجاع ہوتے ہیں جو اپنے نفس کو مغلوب کر لیتے ہیں اور ایک اندرونی انقلاب کے ذریعے نفس کو پاک کر لیتے ہیں۔ انسان اگر ارادہ کر لے تو اللہ کی مدد اور معصومینؑ کے وسیلے کی مدد اس کے شاملِ حال ہوگی اور وہ یکدم گناہوں کو ایک ساتھ ترک کر سکتا ہے۔

اگر ایسا ممکن نہ سمجھے تو آہستہ آہستہ ہی گناہوں کو ترک کرنا شروع کر لے اور امتحان کے طور پر ایک گناہ یا چند گناہوں کو ہدف بنا کر ترک کرنا شروع کرے۔ جیسے جیسے گناہ کم ہوں گے، شیطان اور نفسِ امّارہ کمزور پڑتا جائے گا اور اس کی جگہ خدا کا ایک فرشتہ لے لے گا۔ جتنے گناہوں کے سیاہ نقطے ایک ایک کر کے دور ہوتے جائیں گے اُن کی جگہ اتنی ہی نورانیت آتی جائے گی اور اس طرح آہستہ آہستہ انسان گناہوں سے بالکل دور ہوتا جائے گا اور ایک وقت آئے گا کہ ایک گناہ بھی وہ انجام نہ دے سکے گا۔

یاد رہے کہ نفس کے ساتھ جہاد ایسا ہی ہے جیسے دشمن کے ساتھ جہاد کہ جہاد کرنے والا ہر وقت دشمن پر نگاہ رکھتا ہے اور اپنی طاقت کو بڑھاتا رہتا ہے تاکہ جب موقع ہاتھ آئے فوراً اس پر حملہ کر دے، اسکی فوج کو ختم کر دے یا اسے اپنے ملک سے باہر نکال دے۔

طریقہ ۱۲: روزانہ کچھ وقت تنہائی میں یادِ خدا کے لئے نکالنے

جو گناہوں سے بچنا چاہے اسے چاہیئے کہ روزانہ کچھ وقت ضرور خدا کی یاد کے لئے نکالے، جب وہ بالکل تنہا ہو، کوئی پاس نہ ہو، کوئی ٹیلیفون نہ سنا جائے، شور شرابے سے دور اپنے محبوبِ حقیقی پروردگارِ عالم سے راز و نیاز کیا جائے۔ اپنا حالِ دل اپنی زبان سے پروردگار کے حضور گوش گذار کیا جائے۔ اگرچہ شہید مرتضیٰ مطہریؒ فرماتے ہیں کہ کم از کم

ایک گھنٹہ ضرور تنہائی میں یادِ خدا کے لئے نکالا جائے۔ لیکن اگر اتنا وقت نہ دے سکے تو کم از کم آدھا گھنٹہ یا کم از کم ۱۵ منٹ روزانہ تو ضرور تنہائی کے لئے نکالے۔

تصوّر کرے کہ گویا خدا کے سامنے کھڑا ہوں اور حساب کتاب ہو رہا ہے، اتنے میرے گناہ ہیں جن پر میرے لئے عذاب تجویز ہوا ہے۔

اس استحضار کے بعد دو کام اور کرے۔ ایک تو توبہ اور خدا سے وعدہ کرے کہ آئندہ گناہ نہ کروں گا اور دوسرے اس وعدے پر قائم رہنے کے لئے خدا ہی سے توفیق طلب کرے۔

اس تنہائی کے وقت میں سوچے کہ میری پوری زندگی کس قدر خدا کے انعامات اور نعمتوں سے بھری ہوئی ہے۔ باوجود اس قدر نافرمانیوں کے پھر بھی خدا نے مجھ پر اس قدر انعامات فرمائے ہیں تو اگر میں نافرمانیوں اور گناہوں سے بچوں گا تو نا معلوم کس قدر احسانات و انعامات ہوں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اگلے دن اطاعت کی طرف رغبت زیادہ ہوتی جائے گی۔ یہ دستور العمل ہمیشہ کے لئے معین کرلے اور پابندی سے اس پر عمل کرے اور پھر دیکھے کہ کیسے اسکی زندگی ایک انقلاب سے دوچار ہوتی ہے۔

ہمارا حال تو یہ ہے کہ خلوت کسی کو نصیب نہیں۔ ہر وقت ہاؤ ہو اور دل لگی میں وقت گذر رہے ہیں۔ نوکری، کاروبار کے بعد گھر پہنچے، تب بھی دنیا کے دھندوں سے فرصت نہیں اور اگر فرصت بھی ملی تو بھی بجائے خلوت میں کچھ وقت آخرت کے لئے نکالیں، یہی سوچتے ہیں کہ چلو آج فلاں کے یہاں چلتے ہیں، باتیں کریں گے، وقت کٹے گا، طبیعت بہلے گی اور کہیں نہ بھی گئے تو T.V کے آگے بیٹھ گئے اور بس انہیں خرافات میں عمرِ عزیز گنوا دی۔

لہٰذا اس تنہائی کے وقت میں پروردگار سے کہے اے اللہ آپ سے میری رُوح

نے اپنے وجود کے لیے کوئی سوال نہ کیا تھا۔ آپ کے کرم نے بلا سوال مجھے وجود بخشا، پھر میری رُوح نے آپ سے یہ سوال بھی نہیں کیا کہ مجھے انسانی قالب عطا فرمائیں۔ آپ کے بے پایاں کرم نے بغیر سوال کے، بجائے کتے اور سؤر کے قالب کے، مجھے اشرف المخلوقات (انسانیت کے قالب) میں پیدا کیا۔

پھر اے میرے اللہ! اگر آپ مجھے کسی کافر یا مشرک گھرانے میں پیدا کر دیتے تو میں کس قدر خسارہ میں ہوتا۔ اگر مجھے صدارت و بادشاہت بھی مل جاتی، پھر بھی کفر کے شرک کے سبب جانوروں سے بدتر ہوتا۔ آپ کے کرم نے مجھ سے بلا سوال، مسلمان گھرانے میں پیدا کیا بلکہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی محبت کی عظیم دولت، جس کے سامنے کائنات کے تمام مجموعی انعامات و خزانے بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتے، آپ نے بلا مانگے عطا فرما دی۔

اے اللہ! جب آپ کے کرم نے اتنے بڑے بڑے انعامات بے مانگے عطا کر دیئے تو مانگنے والوں کو آپ بھلا کیونکر محروم فرمائیں گے۔ اے اللہ میں آپکی رحمت کو ان بے مانگے انعامات، الطاف بے کراں کا واسطہ دے کر آپ کے فضل سے اپنی تطہیر اور اپنا تزکیۂ نفس مانگتا ہوں تاکہ مرتے دم تک گناہوں سے محفوظ رہوں۔

اے اللہ اگر میری قسمت میں میرے اعمال کی وجہ سے جہنمی ہونے کا فیصلہ لکھا ہے تو میں آپ کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں کہ اس فیصلے کو تبدیل کر دیجئے۔ آپکا فیصلہ آپ پر حاکم نہیں ہے۔ اگر آپ میرے تزکیہ و تطہیر کا ارادہ فرمالیں تو پھر کون ہے جو آپ کے ارادے کو توڑ سکے؟

طریقہ ۳۱: دنیا کی محبّت کو دل سے کم کریں جو ہر بُرائی کی جڑ ہے

دُنیا کے اُمور میں ہر وقت منہمک رہنا، سوتے جاگتے ہر وقت اسی فانی دنیا کے

کاموں میں مشغولیت اور آخرت سے غفلت اس بات کی دلیل ہے کہ دل اس فانی دنیا کی محبت سے معمور ہے۔ اصل میں معرفت اس کا نام ہے کہ دنیا کی قدر دل میں نہ ہو اور اس سے دل کو خالی رکھو، یہ نہیں کہا گیا ہے کہ ہاتھ کو بھی خالی رکھو۔

جیسے خدائے بزرگ و برتر اپنی پہچان کرا دے تو اس دل میں غیر اللہ کے لئے کوئی جگہ نہیں بچتی۔ دنیا کی محبت کم کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ ترکِ اسباب کا حکم دیا جا رہا ہے بلکہ اسباب میں اختصار کرنے کی تعلیم ہے۔

مومن کی شان یہ ہے کہ اگر ہزاروں لاکھوں بھی اسکے پاس ہوں تو دل کو ان سے ذرا بھی لگاؤ نہیں ہوتا اور اس کو وہ اپنا مال ہی نہیں سمجھتا اور وہ ان تمام دنیاوی نعمتوں کو بھی اللہ کی امانت سمجھتا ہے۔ یہ جو حدیث ہے کہ:

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ

دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر

اس پر عامل کی علامات یہ ہوں گی کہ غیر ضروری سامانِ دنیا کو جمع کرنے کی ہر وقت فکر میں نہ رہے گا، کسی سے لڑے جھگڑے گا نہیں۔

قرآن میں ہے کہ :

وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝

(سورہ یونس آیت ۷)

جو دُنیاوی زندگی پر راضی ہیں اور اس پر مطمئن ہو گئے ہیں اور جو ہمارے احکام سے غافل ہیں۔

آیت میں ہے کہ دُنیاوی زندگی پر مطمئن ہو گئے ہیں۔ دیکھئے ایک چیز ہوتی ہے عقل اور ایک ہوتی ہے طبیعت، دونوں میں فرق ہے۔

انسان بعض اوقات ایک کام کو عقلاً پسند کرتا ہے مگر اس سے دلچسپی نہیں ہوتی جیسے کڑوی دوا کا پینا عقلاً تو پسند ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ دلچسپی نہیں ہوتی۔

کبھی ایسا ہوا ہے کہ کسی کام سے دلچسپی ہوتی ہے مگر عقلاً ناپسند کرتا ہے جیسے زنا۔ جب انسان مطمئن ہو جاتا ہے تو پھر وہ آگے حرکت نہیں کرتا۔ آخرت کے لئے تگ و دو نہیں کرتا یعنی حیات دنیا پر ایسا اطمینان ہو گیا کہ حرکت الی الآخرت نہیں ہوتی۔

لہٰذا دنیا کے کام کریں مگر دنیا پر مطمئن نہ ہوں۔ آخرت کو پیش نظر رکھیں اور جو وقت کام کاج سے بچے، اُسے فضول باتوں، بحثوں یا T.V کے سامنے مستقل بیٹھ کر ضائع نہ کریں۔ یہ وقت بھی بہت قیمتی شے ہے، اس کی قدر کریں۔ اتنا قیمتی ہے کہ جس وقت حضرت عزرائیل رُوح قبض کرنے آئیں گے تو تھوڑے سے وقت کے لئے آپ اپنا سب کچھ انہیں دینے کو تیار ہو جائیں گے مگر ایک منٹ کی بھی مہلت نہ ملے گی۔

حُبِّ دنیا کو امراض کی جڑ کیوں کہا گیا ہے؟ کیونکہ جس میں جس قدر حُبِّ دنیا ہوگی، اُسی قدر اسے اہتمام کرنا ہوگا۔ نہ وہ اعمالِ حسنہ کی انجام دہی کی فکر میں رہے گا نہ بُرائیوں سے بچنے کی فکر میں ہوگا۔ لیکن جب آخرت کی فکر ہوگی تو جرائم صادر نہ ہوں گے۔ جو مریض پورے نسخے پر عمل کرے گا اسے امراض سے مکمل شفا ملے گی، جو آدھا نسخہ استعمال کرے گا اسے کم نفع ہوگا۔ اسی طرح گناہوں کے ساتھ ایمان کا معاملہ ہے۔ گناہ گار مومن اگرچہ دائمی عذاب سے تو نجات پا جائے گا مگر مکمل نجات اسے حاصل نہ ہو سکے گی۔

مثلاً دو اشخاص ہوں اور ان میں سے ہر ایک زہر کو مہلک سمجھتا ہے مگر اسکے باوجود ایک نے زہر کھا لیا اور ہلاک ہو گیا اور دوسرے نے نہیں کھایا۔ ظاہر ہے کہ دونوں نے اس کو مہلک تو سمجھا مگر پہلے شخص کا مہلک سمجھنا کامل نہیں تھا کیونکہ اس علم کا کوئی اثر مرتب نہ

ہوا جبکہ دوسرے شخص کا مہلک سمجھنا کامل درجے کا ہے کیونکہ اس کا اثر مرتب ہوا۔

اسی طرح ایمان سچا اور کامل وہی ہے جس پر اثر مرتب ہو، قدم قدم پر اثر ہو۔ جس کی یہ حالت ہوگی وہ دنیا میں منہمک نہ ہوگا، کبھی نافرمانی نہ کرے گا۔ ایسا شخص ماضی کی کوتاہیوں کا بھی تدارک کرے گا اور آئندہ بھی گناہوں سے بچتا رہے گا۔

جس درجے کی حُبِّ دنیا دل میں ہوگی اُسی درجے کی فکرِ دین کم ہوگی۔ اگر کامل درجے کی حُبِّ دنیا دل میں ہے تو کامل درجے کی دین سے بے فکری ہوگی۔

لگتا ہے کہ ہمارا دل آخرت سے بھر گیا ہے اور دنیا سے نہیں بھرتا، دنیا کے دھندوں سے جی ہی نہیں بھرتا۔ ہاں اگر دل بھر گیا ہے تو خدا اور رسولؐ و آئمہؑ سے۔ کہیں کوئی ذوق وشوق آخرت نظر نہیں آتا۔

دنیا کی محبت کو کم کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مومن روزانہ دنیا و آخرت کے متعلق سوچا کرے، ان کا موازنہ کرے جیسی قرآن نے کہا:

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ (سورۃ البقرہ آیت ۲۱۹-۲۲۰)

تا کہ تم دنیا و آخرت کے معاملات میں سوچ لیا کرو۔

غور کرے کہ دنیا کی لذات سب فنا ہو جائیں گی۔ دنیاوی زندگی تکالیف سے بھری ہوتی ہے اور آخرت کی زندگی کا اس سے موازنہ کرے۔ اس طرح سوچنے سے دنیا کی بے قدری دل میں پیدا ہوگی اور آخرت کی طرف رغبت بڑھے گی۔ موازنہ کرنے سے واضح ہو جائے گا کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا "لاشے محض" (کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی) ہے اور آہستہ آہستہ دنیا کی محبت دل سے کم ہوتے ہوتے ختم ہو جائے گی۔

طریقہ ۴۱: امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا

اگر مومن اس بات کا تجربہ کرے کہ دوسروں کو نیکی کا حکم دے اور بُرائیوں سے روکے تو وہ دیکھے گا کہ کچھ ہی عرصے میں خود ان بُرائیوں سے بچ جائے گا۔ کیونکہ جب وہ کسی اور کو کسی گناہ سے روکے گا تو اگر خود اس پر عمل پیرا نہ ہوگا تو اسے شرم آئے گی تو یا تو وہ نصیحت کرنا بند کر دے گا یا پھر خود بھی گناہ چھوڑ دے گا۔ لیکن تجربہ یہی ہے کہ وہ دوسروں کو گناہوں سے روکتے روکتے خود بھی رُک جاتا ہے۔

لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فائدہ یہ ہے کہ ہمارے اردگرد خاندان اور رشتہ داروں اور معاشرے سے جب گناہ کم ہوں گے تو ہم سے بھی گناہ ترک ہو جائیں گے۔ رسولؐ نے ارشاد فرمایا: " لا الہ الا اللّٰہ "عذاب الٰہی سے انسان کو بچاتا ہے۔ بشرطیکہ اس کلمہ کی توہین وتحقیر نہ کی جائے" ایک شخص نے پوچھا یہ کیسے ممکن ہے کہ کلمہ توحید کی سُبکی کی جائے؟ تو حضورؐ نے فرمایا "اگر کھلم کھلا گناہ انجام دیئے جائیں اور گناہ گار کو کوئی منع نہ کرے تو یہی توحید کی بے احترامی ہے"۔

گناہ ایک ایسی آگ ہے کہ اگر اسے نہی عن المنکر کے ذریعے بجھایا نہ گیا تو وہ تمام چیزوں کو جلا کر راکھ کر دے گی۔ اگر نیک لوگ میدان عمل میں کود پڑیں تو وہ گناہوں کے ماحول کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ نیک لوگوں کی گناہ دیکھ کر خاموشی خود ایک گناہ ہے۔

مولا علیؑ نے اپنے بیٹے سے فرمایا:

امر بالمعروف کرو تاکہ تمھارا شمار اہل معروف میں ہو۔

حقیقت میں جس طرح کپڑے دھونے والے کے ہاتھ خود بخود پاک ہو جاتے ہیں اسی طرح لوگوں کو نیک کاموں کی طرف دعوت دینے والا بھی فطری طور پر کوشش کرتا ہے کہ وہ بھی وہ نیک کام کرے جسکی وہ دوسروں کو تلقین کرتا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ آپکی نصیحت دوسروں پر اثر نہ کرے لیکن منع کرنے سے آپ گناہ گار سے اس گناہ کی لذت چھین لیتے ہیں اور اسے اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ اطمینان سے گناہ انجام دے۔

مولا علیؑ فرماتے ہیں " اگر خداوند تعالی نے گناہ کے جہنم کو خلق نہ بھی کیا ہوتا تب بھی واجب تھا کہ اسکی مہربانیوں کے شکریہ کے لئے گناہ اور اسکی مخالفت سے دوری اختیار کی جاتی۔"

امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں ضروری نہیں ہے کہ ہمیں سو فیصد نتیجہ حاصل ہو جائے اگر ایک فیصد بھی اثر ہو، تب بھی ضروری ہے۔

خود کو اور معاشرے کو گناہوں سے بچانے کے لئے مومنین اور مومنات کو اجتماعی کوششیں کرنی ہوں گی کہ ایک پھول کھلنے سے کبھی بہار نہیں آتی۔

مولا علیؑ فرماتے ہیں: امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرو اور ڈرو نہیں کیونکہ نہ اس سے تمھاری روزی رُکے گی اور نہ تمھاری موت نزدیک آئے گی۔

رسول اللہؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"تم لوگ آرام پسند زندگی سے دلچسپی رکھتے اور ذمہ داریوں سے غفلت کی بناء پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے پہلوتہی کرتے ہو"۔

پرائمری اسکول کے ایک بچے نے امام خمینیؒ کو ایک خط لکھا:

اے امامؒ: میں آپ کو ایک نصیحت کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے سوچا کہ میں کہاں اور آپ کہاں؟ لہذا اپنے ارادہ پر عمل نہیں کیا۔

امام خمینیؒ نے اپنے ہاتھ سے اُس خط کا جواب دیا اور لکھا۔

میرے پیارے بیٹے: کاش تم میری یاددہانی کیلئے مجھے لکھ بھیجتے کیونکہ ہم سب اس

یاددہانی کے محتاج ہیں۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو فوراً انجام دینا چاہیے۔ حدیث میں آیا ہے کہ "کسی حرام کام کو دیکھ کر ایک مومن کی پلک جب تک نہیں جھپکتی جب تک اُس میں تغیر نہ پیدا کرلے"۔

اپنے گھر والے اس امر ونہی کے کام میں آگے آنے چاہئیں۔ بہت سی عظیم شخصیتوں کی کامیابی کا راز یہ تھا کہ ان کی بیویاں، رشتہ دار اور اولاد ان کے ساتھ شانہ بشانہ چلے اور اُن کا دین کے کاموں میں ہاتھ بٹایا۔

قرآن میں ارشاد ہے کہ "اپنے نفس اور اپنے اہل کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ (سورہ تحریم، آیت ۶)

امام سے سوال کیا گیا: ان کو آگ سے کیسے بچائیں؟

تو آپ نے فرمایا: انھیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرو۔

اگر ایک گاڑی جو مخالف سمت میں جارہی ہو تو دیگر تمام گاڑی والوں کا فرض بنتا ہے کہ ہارن بجا کر اور لائٹس جلا کر اپنی ناراضگی کا اظہار کریں اور اس طریقے سے اُسے سمجھا دیں کہ وہ مخالف سمت میں جارہا ہے۔

مومن بہت عالی مرتبہ ہے مگر اپنی قدر پہچان لے تو کبھی گناہ میں گرفتار نہ ہو۔ جس طرح ایک قیمتی کیسٹ خرید کر ہر طرح کی آواز اُس میں ریکارڈ نہیں کرتے۔ جس طرح قیمتی قالین خرید کر گندے جوتے پہن کر اُس پر نہیں چلتے اسی طرح نورِ ولایت محمدؐ وآلِ محمدؐ کے ساتھ گناہ انجام نہیں پانے چاہئیں۔

ہماری تمام عمر شیطان کی چراگاہ کیوں بنے؟

ہم خدا کے جانشین ہیں، ہم کیوں اس کے دشمن کے ساتھ رہیں؟

رسولؐ اللہ کی حدیث ہے کہ " اَلْمُؤْمِنُ مِرْآۃُ الْمُؤْمِنِ "(مومن، مومن کا آئینہ ہے)

استاد محسن قرائتی" فرماتے ہیں کہ اگر اس چھوٹی سے حدیث پر غور کریں تو ہمیں یہ نکات مل جائیں گے :

۱۔ آئینہ صاف اور پاک جذبہ سے عیب کو بیان کرتا ہے، انتقام یا کسی اور غرض کی وجہ سے نہیں۔

۲۔ آئینہ اس وقت عیب کی نشاندہی کرتا ہے جب خود گرد و غبار سے پاک ہو۔

۳۔ آئینہ سامنے کھڑے شخص کے مقام و منزلت کا لحاظ نہیں کرتا۔

۴۔ آئینہ ویسا ہی دکھاتا ہے جیسا سامنے والا ہے، اُسے بڑھا چڑھا کر نہیں بیان کرتا۔

۵۔ آئینہ عیب دکھانے کے ساتھ ساتھ خوبصورتی اور مثبت نکات بھی دکھاتا ہے۔

۶۔ آئینہ عیب کو آمنے سامنے بیان کرتا ہے نہ کہ پیٹھ پیچھے۔

۷۔ آئینہ خاموشی کے ساتھ عیب کی نشاندہی کرتا ہے، چیخ کر عیب دوسروں کو نہیں بتاتا۔

۸۔ آئینہ اگر توڑ دیا جائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی اٹھا کر دیکھے جائیں تو وہ ٹکڑے بھی عیب اور خوبی بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر مومن کی بے احترامی بھی کی جائے تب بھی وہ اپنے ارادے سے منحرف نہیں ہوتا۔

۹۔ آئینہ سامنے والے کے عیبوں کو اپنے دل میں نہیں چھپاتا بلکہ جوں ہی سامنے والا اس کے سامنے سے ہٹتا ہے، اس کا عیب بھی آئینہ سے زائل ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ اگر آئینہ نے میرے عیب کو بتایا ہے تو مجھے اپنی اصلاح کرنی چاہیے نہ کہ میں آئینہ کو توڑ دوں۔

اگر کسی مسلمان نے آپ کو نہی عن المنکر کیا تو آپ کو اپنی خرابی یا گناہ کو خود سے دور کرنا چاہیے اور تنقید کرنے والے پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے ۔البتہ امر بالمعروف

کرنے والے کو بھی افراد کی ذہنی استعداد کا خیال رکھ کر بات کرنی چاہیے۔

امام صادقؑ نے ایک صحابیؓ کو کسی کام سے ایک علاقہ میں بھیجا، اس نے اپنی رپورٹ میں اس علاقے کے لوگوں کے بارے میں سخت تنقید کی۔ امام نے فرمایا! ''اے سراج! ایمان کے دس درجے ہیں، بعض لوگ ایمان کا ایک درجہ رکھتے ہیں، بعض دو درجے، بعض لوگ سات درجے اور بعض دس درجے تک ایمان رکھتے ہیں۔ کامل تر ایمان رکھنے والوں کو دوسروں سے اُن کی استعداد سے زیادہ توقع نہیں رکھنی چاہیے۔''

نہی عن المنکر کرنے والوں کو مخاطب پر اعتراضات اور تنقید کی بوچھاڑ نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں ''بعض افراد کی اصلاح احترام کے ذریعے کی جاسکتی ہے جبکہ بعض دوسروں کی اصلاح تنبیہ کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

﴿طریقہ ۵۱: مقاماتِ گناہ سے دوری اختیار کریں﴾

جو مومنین بھی اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں انہیں ان تمام مقامات سے دوری اختیار کرنا ہوگی جہاں پر جانے سے گناہوں میں پڑ جانے کا خطرہ موجود ہو۔ ایسے بُرے افراد کے اجتماعات میں شریک نہ ہوں جو دین سے لاپرواہ ہوں۔ ایسی Parties یا functions یا تقاریب میں شرکت سے گریز کیا جائے جہاں نامحرم و محرم کے مخلوط گناہ آمیز اجتماعات ہوں۔ ایسے نامحرموں کے ساتھ، اسکول، کالج یا ادارے کی ایسی picnics پر جانے سے گریز کیا جائے جہاں خطا اور گناہ یا نمازوں کے قضا ہونے کا امکان موجود ہو۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ جب آنکھ کسی شہوت کو دیکھ لے تو پھر اسکی رُوح اس کے انجام کے بارے میں سوچنے سے اندھی ہو جاتی ہے۔ گناہ کا سوچنا اور فکر کرنا گناہ

کرنے کا شوق دلائے گا۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ گناہوں سے حفاظت واحتیاط اس وقت تک ناممکن ہے جب تک ان کے مقدمات اور اسباب سے دوری نہ اختیار کی جائے کیونکہ گناہ کا مقدمہ بھی گناہ ہوتا ہے۔ جس طرح زنا کے گناہ کی ابتداء بدنظری یا حرام نگاہ سے ہوتی ہے۔

مشہور شعر ہے کہ ؎ مگس کو باغ میں جانے نہ دیجو
کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا

یعنی اگر پروانے کو جلنے سے بچانا ہے تو شہد کی مکھی کو باغ میں نہ جانے دیں کیونکہ اگر شہد کی مکھی باغ میں گئی تو پھولوں پر بیٹھے گی، اُن کا رس چوسے گی، اس سے شہد بنے گا، شہد سے موم بنے گا، موم سے موم بتی بنے گی اور جب موم بتی جلائی جائے گی تو پروانے اس پر آئیں گے اور جل کر مر جائیں گے۔ تو اگر پروانوں کو جلنے سے بچانا ہے تو شہد کی مکھی کو باغ میں نہ جانے دیں۔ اسی طرح اگر ایک مومن خود کو گناہوں کے عذاب سے بچانا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ اس راہ پر ہی نہ جائے جہاں اس کے بھٹکنے کا امکان ہو۔

جبھی تمام ایسے مباحات بھی چھوڑنے کی تاکید ہے کہ جو مقدمہ بنتے ہیں کسی حرام اور گناہ کا۔ مثلاً رات کو دیر تک جاگنا مباح ہے لیکن اگر اسکی عادت ہوگئی تو امکان قوی ہوسکتا ہے کہ نماز صبح کی قضا کا گناہ لازم آئے گا۔ لہٰذا اس مباح کو ترک کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح خوش اخلاقی بہت اچھی چیز ہے لیکن اگر انسان زیادہ ہنسی مذاق کا عادی ہوجائے تو امکان ہے کہ وہ کسی کا مذاق اڑا دے یا دل آزاری کردے۔ لہٰذا اس مباح و بہتر چیز کو اعتدال میں رکھے۔

انجمن آرائی اور زیادہ باتیں کرنا مباح ہے لیکن اس مباح پر کثرت سے عمل کرنا

اس بات کا سبب بن سکتا ہے کہ وہ کسی کی غیبت کر دے یا تہمت لگا دے۔ لہٰذا اعتدال ضروری ہے۔ زیادہ میل جول مباح ہے بشرطیکہ یہ آپس کی نا چاقی کا سبب نہ بنے۔

یہ بھی ایک وجہ ہے کہ روزے میں بہت سارے مباحات بھی چھڑوائے جاتے ہیں مثلاً کھانا پینا وغیرہ کیونکہ یہ نفس گناہوں کا اتنا عادی ہو جاتا ہے کہ انہیں چھڑوانے کے لئے کچھ مباحات بھی چھڑوائے جاتے ہیں جیسے اگر ایک کاغذ ایک سمت میں موڑ دیا جائے تو یہ اس وقت تک مکمل سیدھا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو مخالف سمت میں اتنا ہی نہ موڑ دیا جائے۔

تو ہمارا یہ نفس بھی گناہوں کا اتنا عادی ہو گیا ہے کہ جب تک اس سے کچھ مباحات نہ چھڑوائے جائیں، یہ ترک گناہ پر آمادہ نہیں ہوتا۔

روایات میں ملتا ہے کہ حضرت یحییٰ نے ایک دفعہ شیطان سے پوچھا تھا کہ تیرے پھندوں میں سے میرے لئے بھی کوئی پھندا ہے؟ شیطان نے کہا ہاں! جب آپ کھانا کھاتے ہیں تو آپ کے سامنے آتا ہوں تا کہ آپ زیادہ کھائیں اور زیادہ کھا کر سوئیں اور رات کو عبادت کے لئے نہ اٹھ سکیں۔ یہ وہ مباح کام ہے جو کہ عبادت کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ حضرت یحییٰ نے عہد کیا کہ جب تک زندہ ہیں، رات کو سیر ہو کر نہ کھائیں گے اور شیطان نے بھی عہد کر لیا کہ آئندہ کبھی بنی آدم کے سامنے اپنے راز کو فاش نہ کرے گا۔

طریقہ ۱۶: روزانہ سونے سے پہلے اپنا محاسبہ کریں

یہ طریقہ بھی گناہ ترک کرنے کے لئے انتہائی فائدہ مند ہے۔

امام موسیٰ کاظم فرماتے ہیں کہ "وہ ہم میں سے نہیں ہے جو اپنے نفس کا روزانہ حساب نہیں کرتا۔

مولا علیؑ فرماتے ہیں ''انسان کے لئے کتنا ضروری ہے کہ ایک وقت اپنے لئے معیّن کرتا جبکہ تمام کاموں سے فارغ ہو چکا ہو، اس وقت اپنے نفس کا حساب کرے اور سوچے کہ گذرے ہوئے دن اور رات میں کونسے اچھے کام اور فائدہ مند کام انجام دیئے ہیں اور کونسے بُرے اور نقصان دینے والوں کاموں کو بجالایا ہے۔

مولا علیؑ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں'' اپنے نفس سے جہاد کرو اور اس سے ایک شریک کی مانند حساب کتاب لو اور قرض خواہ کی طرح اس سے حقوق الٰہی کے ادا کرنے کا مطالبہ کرو کیونکہ سب سے زیادہ سعادت مند انسان وہ ہے جو اپنے نفس کے حساب کے لئے آمادہ ہو۔

اور فرمایا : اور جو شخص اپنے نفس کا حساب کرے وہ اپنے عیبوں سے آگاہ ہو جاتا ہے اور اپنے گناہوں کو جان لیتا ہے اور ان سے توبہ کرتا ہے اور اپنے عیبوں کی اصلاح کرتا ہے۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں:''اس سے پہلے کہ قیامت کے دن تمہارا حساب لیا جائے تم اس دنیا میں اپنا حساب خود کرلو کیونکہ قیامت کے دن ۵۰ مقامات پر اپنے بندوں کا حساب لیا جائے گا اور ایک مقام میں ہزار سال تک اس کا حساب لیا جاتا رہے گا۔

رسولؐ خدا فرماتے ہیں: کیا میں تمہیں عقلمندوں کا عقلمند اور احمقوں کا احمق نہ بتاؤں؟ صحابہؓ نے عرض کیا، یارسولؐ اللہ فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا!

''سب سے عقلمند انسان وہ ہے جو اپنے نفس کا حساب کرے اور مرنے کے بعد کے لئے نیک عمل بجالائے اور سب سے احمق وہ ہے جو خواہشات نفس کی پیروی کرے اور دور دراز خواہشوں میں سرگرم رہے''۔

ایک آدمی نے عرض کی یارسول اللہ انسان کس طرح اپنے نفس کا حساب کرے؟ آپ نے فرمایا "جب دن ختم ہو جائے اور رات ہو جائے تو اپنے نفس کی طرف رجوع کرے اور اسے کہے اے نفس: آج کا دن بھی چلا گیا اور یہ پھر لوٹ کر نہیں آئے گا۔ خدا تجھ سے اس دن کے بارے میں سوال کرے گا کہ اس دن کو کن چیزوں میں گذارا ہے؟ اور کونسا عمل انجام دیا ہے؟ کیا اللہ کا ذکر اور اسکی یاد کی ہے؟ کیا کسی مومن بھائی کا حق ادا کیا ہے؟ کیا کسی مومن بھائی کا غم دُور کیا ہے؟ کیا اُس کی غیر حاضری میں اسکے اہل وعیال کی سرپرستی کی ہے؟ کیا اُس کے مرجانے کے بعد اسکے اہل وعیال کی سرپرستی کی ہے؟ کیا کسی مومن بھائی کی غیبت سے دفاع کیا ہے؟ کیا کسی مسلمان کی مدد کی ہے؟ آج کے دن کیا، کیا ہے؟ اس دن جو کچھ انجام دیا ہو اُس کو ایک ایک کر کے یاد کرے اور اگر وہ دیکھے کہ اس نے نیک کام انجام دیے ہیں تو خدا کا اس نعمت اور توفیق پر شکریہ ادا کرے اور اگر وہ دیکھے کہ اُس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور نافرمانی بجالایا ہے تو توبہ کرے اور ارادہ کرے کہ اس کے بعد گناہوں کا ارتکاب نہ کرے گا اور پیغمبرؐ اور اُن کی آلؑ پر درود پڑھ کر اپنے نفس کی کثافتوں کو اس سے دور کرے اور امیر المومنینؑ کی ولایت اور بیعت کو اپنے نفس کے سامنے پیش کرے اور اُن کے دشمنوں پر لعنت بھیجے۔ اگر اس نے ایسا کر لیا تو خدا اس سے کہے گا کہ میں تم سے قیامت کے دن حساب لینے میں سختی نہ کروں گا کیونکہ تم میرے اولیاء کے ساتھ محبت رکھتے تھے اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھتے تھے۔"

لہذا بہتر ہے کہ مومن روز کاغذ قلم لے کر بیٹھے اور اپنا حساب کرے ایک دفعہ مکمل پابندی سے ایک ماہ تک اس طریقے پر عمل کر کے دیکھے تو اُس کے ثمرات اور فوائد کو حاصل کرے گا اور گناہوں کے ارتکاب میں نمایاں کمی ہوتی چلی جائے گی اور ایک

عجیب روحانیت کا سا احساس ہونے لگے گا۔

اس عمل کے لئے ہمارے ادارے کا ایک کتابچہ "امراضِ روحانی کی شناخت کی سو۰۰ علامات" (جو کہ کتابچہ کی صورت میں دستیاب ہے) کا مطالعہ مفید ہو سکتا ہے۔

طریقہ ۷۱: زیادہ تر اوقات میں باوضو رہنے

زیادہ تر اوقات میں باوضو رہنا گناہوں سے بچنے کا بہترین طریقہ ہے۔ یہ بات تجربہ شدہ ہے کہ باوضو رہنے سے گناہوں کی طرف رغبت کم ہو جاتی ہے اور گناہ کرنے کے تقاضے بھی کمزور پڑ جاتے ہیں اور پھر گناہ کرنے کی طرف دل راغب ہی نہیں ہوتا۔ اگر اس بات میں کسی کو شک ہو تو وہ بیشک تجربہ کر کے دیکھ لے، کم از کم ایک ماہ مسلسل باوضو رہے، اگر کبھی وضو ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضو کر لے۔ ایک ماہ بعد وہ اپنے دل کی کیفیت کو نوٹ کرے، بہت نمایاں فرق اسے محسوس ہوگا۔ فکر میں پاکیزگی آجائے گی۔

وضو کی مستحب دعائیں کسی ایسی جگہ لکھ کر لگا دی جائیں جہاں آپ اکثر وضو کرتے ہوں۔ ہر ہر عضو کے دھونے یا مسح کرنے کی دعا میں قیامت اور خدا کے حضور حاضری یاد دلائی گئی ہے۔ جب دن میں کئی کئی بار مومن قیامت اور خدا کے حضور حاضری کو یاد کرے گا تو گناہوں کا داعیہ کمزور پڑتا جائے گا، یہاں تک کہ انشاء اللہ آپ کی زندگی میں وہ با سعادت وقت آجائے گا جب آپ گناہوں سے مکمل طور پر دور ہو جائیں گے۔

رسولِ خداؐ فرماتے ہیں: باوضو رہنا عمر کی زیادتی کا سبب ہے۔

اور فرمایا: جہاں تک ہو سکے تم شب و روز باوضو رہو اگر اس حالت میں مر گئے تو شہید مرو گے۔

رسولؐ ارشاد فرماتے ہیں: ''وضو کرو خواہ سختی میں ہو یا آسانی میں۔''

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ''جو شخص وضو کرکے بستر پر جائے گویا اس کا بستر ہی اسکی مسجد ہے۔''

حدیثِ قدسی میں ارشاد ہے: ''جس کا وضو باطل ہو جائے اور وہ (دوبارہ) وضو نہ کرے تو اُس نے مجھ پر جفا کی۔''

رسولؐ ارشاد فرماتے ہیں: ''سختی کی حالت میں کامل وضو کرنا (گناہوں کا) کفارہ ہے۔''

فرمایا: ''جس نے اچھی طرح وضو کیا، خطائیں اس کے جسم سے خارج ہو جاتی ہیں۔''

فرمایا: ''جو شخص بھی وضو کے لئے حرکت کرتا ہے اس کے اعضاء و جوارح سے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔''

فرمایا: ''وضو کے معنی ہیں کہ جب تم نے اپنے ہاتھ کو برتن میں رکھا اور بسم اللہ کہہ دیا تو جو گناہ تم نے ہاتھ سے انجام دیے ہیں وہ دور ہو جاتے ہیں اور جب تم نے اپنا چہرہ دھویا تو جو گناہ تمھاری دو آنکھوں اور زبان سے سرزد ہوئے ہیں وہ دھل جاتے ہیں اور جب سر اور پیروں پر مسح کرتے ہو تو جن گناہوں کی طرف تم نے قدم بڑھائے تھے وہ ختم ہو جاتے ہیں۔ تو یہ ہیں وہ فائدے جو وضو سے تمہیں حاصل ہوتے ہیں۔''

امام موسیٰ کاظمؑ فرماتے ہیں کہ ''جو شخص نمازِ مغرب کے لئے وضو کرے تو یہی وضو گناہانِ کبیرہ کے سوا اُس کے اُس دن کے تمام گناہوں کا کفارہ ہے اور جو شخص نمازِ فجر کے لئے وضو کرے تو یہی وضو گناہانِ کبیرہ کے علاوہ اس رات کے تمام گناہوں کا کفارہ ہے۔''

علماء فرماتے ہیں کہ مومن کے سامنے دو طرح کی آگ ہوتی ہے۔ دنیا میں شدت کی آگ اور آخرت میں جہنم کی آگ، اللہ نے وضو و غسل کے لئے پانی اور مٹی کو

(تیمم کے لئے) انسان کی طہارت کا ذریعہ قرار دیا ہے تاکہ دنیا کی شدت کی آگ کو اور آخرت میں جہنم کی آگ کو بجھا دے۔

کسی نے ایک نیک اور صالح انسان کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا کہ اُن کا چہرہ بہت پُر نور ہے اور وہ جنت میں چہل قدمی میں مصروف ہیں۔ اُس نے پوچھا آپ نے دنیا میں کونسا ایسا کام انجام دیا ہے جس کی وجہ سے اس مقام تک پہنچے ہیں؟

جواب دیا: میں ہمیشہ باوضو رہتا تھا۔

مولائے کائنات نے ارشاد فرمایا: ''ایک زمانہ آئے گا جس میں بُرائیاں بہت بڑھ جائیں گی، جب تم اس زمانے کو پاؤ تو باوضو رہو۔

﴿طریقہ ۸: نفس کو سزا دیں﴾

یہ ایک انتہائی مجرب طریقہ ہے کہ ابتداء ہی میں اپنے نفس کو خطاب کرتے ہوئے ڈرائیں کہ میں نے حتمی ارادہ کرلیا ہے کہ اب گناہوں کو ترک کردوں گا اور اے نفس اگر تو نے اس میں میری مدد نہ کی اور مجھ سے گناہ کا ارتکاب ہوگیا تو فلاں سزا تجھے جاری کروں گا۔

مثلاً اگر میں نے غیبت کی تو اگلے دن روزہ رکھوں گا یا پوری رات شب بیداری کروں گا۔

یا اگر جھوٹ بولا تو پورے دن پانی نہ پیوں گا یا ۲ وقت کا کھانا نہ کھاؤں گا۔

یا اگر کسی کو بُرا کہا تو اتنے پیسے راہِ خدا میں دوں گا کہ نفس پر گراں گذرے۔

یا اگر کسی مومن کا مذاق اڑایا ہو تو ۲ گھنٹے دھوپ میں بیٹھا رہوں گا کہ جہنم کی آگ نہ بھلا سکوں۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: جو شخص اپنے نفس کو ریاضت اور تکلیف میں زیادہ

رکھے گا وہی اُس سے فائدہ اٹھائے گا۔

مولا علیؑ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: نفس کو اپنا قیدی بنانے اور اسکی عادات کو ختم کرنے میں بھوک بہت ہی زیادہ مددگار ہوتی ہے۔

اگر اس خطاب اور عہد کے بعد بھی کوئی گناہ ہو جائے تو بغیر کسی نرمی اور سُستی کے جس سزا کا وعدہ نفس سے کیا ہوا تھا، فوراً اُس پر جاری کر دیں۔ جب نفس کو یہ احساس ہو جائے گا کہ ہم گناہ نہ کرنے پر ڈٹے ہوئے ہیں اور سزا بھی ملے گی تو وہ ہماری بات ماننے پر مجبور ہو جائے گا۔

بہت تعجب کا مقام ہے کہ ہم دُنیاوی اُمور میں معمولی سی غلطی پر دوسروں کو سزا دیتے ہیں اور تنبیہ کرتے ہیں لیکن اپنے نفس کو پاک کرنے میں اس روش پر عمل نہیں کرتے۔

نفس کو سزائیں دینا رسولؐ و آئمہؑ کے ادوار میں بھی جاری تھا اور لوگ اس طریقے سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ رسولؐ اللہ کے دور میں ایک صحابیؓ اپنے لباس کو اتار کر سخت گرم ترین ریت پر رکھ دیتے تھے اور اپنے چہرے، پیٹ اور پیٹھ کو اس گرمی کی سزا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اے نفس امّارہ! اس گرم ریت کی گرمی کا مزہ چکھ اور جان لے کہ دوزخ کی آگ کی گرمی اس سے کہیں زیادہ سخت تر ہے۔ رسولؐ اللہ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور اس کی وجہ پوچھی تو اُنہوں نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ مجھے خدا کے خوف نے اس کام کے کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا واقعی تو خدا سے خوفزدہ ہوا ہے اور اللہ نے تیرے اس عمل سے آسمان کے فرشتوں پر فخر کیا ہے۔

امام صادقؑ نے نفسانی خواہشات کے علاج کے لئے فرمایا کہ دن میں بھوک اور پیاس اور رات کی بیداری سے بہتر کوئی ہتھیار نہیں ہے اور نفس سے اس جنگ کے دوران مر جائے تو شہید ہو کر اس دنیا سے جائے گا اور اگر زندہ رہا تو بالآخر رضوانِ اکبر

کو حاصل کرے گا۔

رسولؐ اللہ کے ایک صحابی ابو مسعودؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے اپنے ایک غلام کو اسکی غلطی پر مارا تو میں نے اپنی پیٹھ کے پیچھے سے ایک آواز سنی "اے ابو مسعودؓ اللہ کو تجھ پر زیادہ قدرت ہے اس قدرت سے جو تجھے اس غلام پر حاصل ہے، جس کو تم مار رہے ہو۔ میں نے متوجہ ہو کر دیکھا کہ یہ آواز کہاں سے آئی تو دیکھا "فاذا ھو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم" (وہ تو اللہ کے رسولؐ تھے)، وہ آپ کی آواز تھی۔

؎ جی اُٹھے مُردے تری آواز سے

ابو مسعودؓ فوراً متوجہ ہو گئے اور کہا اے اللہ کے رسولؐ "ھُوَ حُرٌّ لِوَجہِ اللّٰہ" (اس غلام کو میں نے اللہ کے لئے آزاد کر دیا اس غلطی کی تلافی میں) تو رسولؐ اللہ نے فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرتے (اور غلام پر رحمت نہ دکھاتے) تو جہنم کی آگ تمہیں جھلسا دیتی اور جلا کر راکھ کر دیتی۔

جب امام زین العابدینؑ کو وضو کے لئے پانی دیتے وقت کنیز کے ہاتھ سے برتن گر گیا اور امام کا سرِ مبارک زخمی ہو گیا تو اس کنیز نے فوراً قرآنی آیت پڑھی

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ (سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۳۴)

اللہ کے خاص بندے وہ ہیں جو غصہ کو پی جاتے ہیں۔

فوراً فرمایا "قد کظمت غیظی" (میں نے اپنے غصہ کو پی لیا) یہ نہیں سوچا کہ کنیز کہہ رہی ہے۔ خدا کا کلام سنا اور فوراً اطاعت کی۔ کنیز نے فوراً اسی آیت کے اگلے جز کی تلاوت کی۔

وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۳۴)

اور وہ لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

فوراً امامؑ نے فرمایا

''قد عفوت عنک''

(میں نے تیری خطا معاف کردی)

اُس نے کہا

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (سورہ آل عمران، آیت ۱۳۴)

اور احسان کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں۔

فرمایا جا میں نے اللہ کے لئے تجھے آزاد کردیا۔

خلاصہ یہ کہ ہر مومن غلطی یا گناہ ہوجانے پر فوراً اپنے نفس کو تادیب کرے اسے سزا دے۔ جب دو، چار، پانچ، دس دفعہ ایسا ہوگا تو یقین جانیے کہ اس کے بعد گناہ بالکل سرزد نہ ہوں گے۔

حوزۂ علمیہ کے طالبِ علم نمازِ شب کی پابندی کے لئے اگر کبھی نمازِ شب ان سے چھوٹ جائے اور وہ سوتے رہ جائیں تو اگلی رات نفس کی تادیب کے لئے جاگ کر گذارتے ہیں تاکہ آئندہ یہ عظیم نیکی ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ یہ بات یاد رہے کہ نفس کو سزائیں دینے میں کسی غیرِ شرعی اُمور کا ارتکاب نہ کیا جائے کہ یہ حرام ہوگا اور گویا ترکِ گناہ کے لئے کسی گناہ کا سہارا لینے کے مترادف ہوگا۔ اس سلسلے میں فقط مشروع طریقوں کو اختیار کیا جائے۔

ایک شخص نے ایک عالم سے پوچھا کہ مجھ سے نمازیں بہت قضا ہوجاتی ہیں، کوئی ایسا وظیفہ بتایئے کہ نماز کی پابندی ہوجائے۔ تو عالم نے جواب دیا کہ کسی وظیفے یا ذکر کی ضرورت نہیں جب ایک نماز قضا ہوجائے تو ایک وقت کا فاقہ کرو۔ اگر پانچ وقت کی قضا ہوجائے تو پانچ وقت کا فاقہ کرو، اگلے دن سے ایک نماز بھی قضا نہ ہوگی۔

طریقہ ۹۱: مستحبات پر عمل اور مکروہات سے پرہیز

یہ بات بہت آزمودہ اور تجربہ شدہ ہے کہ جو شخص مستحبات کی بجا آوری کا اور مکروہات سے بچنے کا زیادہ اہتمام کرتا ہے تو بالآخر گناہوں سے بھی بچ ہی جاتا ہے اور یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے بلکہ حرام اور مشتبہ اُمور کا خیال بھی دماغ سے جھٹک دیا جائے۔

رضی الدین ابن طاؤس کسی بھی ایسی غذا کو نہیں کھایا کرتے تھے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ ہر لقمہ سے پہلے بسم اللہ پڑھا کرتے تھے۔ گھر کی عورتوں سے پوچھا کرتے تھے کہ بتاؤ روٹی پکاتے وقت اللہ کا نام لیا تھا یا نہیں، اگر نہ لیا ہوتا تو وہ روٹی نوش نہ فرماتے۔ بتایئے کہ جب مستحبات کی بجا آوری کا اس زور و شور سے اہتمام ہوگا تو گناہوں کی گنجائش کہاں ہوگی؟

امام خمینیؒ کے عزیز فرماتے ہیں کہ ایک دن امام خمینیؒ نے فرمایا "یہ بچھا ہوا فرش یہاں سے اٹھا لو کیونکہ اس پر حیوانات کی تصویر نقش ہے اور اس کمرے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جہاں ایسی تصویر ہو۔"

شہید اولؒ اپنی کتاب "قواعد" میں لکھتے ہیں کہ اپنی زندگی مباح کاموں میں صرف کرنا خواہ کچھ دیر کے لئے ہی کیوں نہ ہو، خسارے کی بات ہے، ثواب میں کمی واقع ہوتی ہے اور انسان کے درجات کم ہو جاتے ہیں۔

آیت اللہ عبداللہ شوستریؒ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: جب سے مجھے میرے استاد نے اجتہاد کی سند عطا فرمائی ہے، جب سے میں نے کوئی مباح اور مکروہ کام بھی انجام نہیں دیا یہاں تک کہ کھانے، پینے اور سونے میں بھی اس بات کا خیال رکھتا ہوں۔

مقدسِ اردبیلیؒ کے بارے میں منتخب التواریخ میں ہے کہ حرام و مکروہ تو رہا ایک طرف، چالیس سال تک انہوں نے کوئی مباح کام بھی نہ کیا تھا۔

امام خمینیؒ کبھی بھی ذکرِ الٰہی، نوافل اور مستحبات کی بجا آوری سے غافل نہ ہوتے تھے۔ راستہ چلتے ہوئے بھی ہاتھ میں تسبیح رکھتے تھے اور مسلسل ذکرِ الٰہی انجام دیتے رہتے تھے اور زیارت پڑھتے رہتے تھے۔ جیسے ہی موقع ملتا تھا فوراً تلاوتِ قرآن شروع کر دیتے تھے۔ رات کی تاریکی میں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر گریہ وزاری کیا کرتے تھے۔ جیسے ہی نماز کا اوّلِ وقت آتا تھا، ہر کام چھوڑ کر نماز کے لئے آمادہ ہو جاتے تھے۔

بعض محتاط علماء کی سیرت میں ملتا ہے کہ ان کی ہتھیلیوں کے نیچے بھی نماز میں ایسی ہی چیزیں ہوا کرتی تھیں جن پر سجدہ کرنا صحیح ہو۔

شیخ مرتضیٰ انصاریؒ بالغ ہونے کے بعد سے ہر نماز کے بعد تعقیبات کے ساتھ ساتھ ایک پارہ قرآن مجید، نمازِ جعفر طیارؑ، زیارتِ جامعہ اور زیارتِ عاشورا بھی ہر روز باقاعدگی کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

بعض صاحبانِ ایمان کو ہر مہینے اور ہر دن کی دعائیں زبانی یاد ہوتی ہیں اور وہ انہیں باقاعدگی سے پڑھا کرتے ہیں۔

علامہ محمد حسین طباطبائیؒ کے ہونٹ ہمیشہ ذکرِ الٰہی میں متحرک رہا کرتے تھے۔

ملا صدراؒ نے ۷ مرتبہ پیدل حج کئے اور آخری حج کے دوران ہی انتقال کر گئے تھے۔

مرزائے قمیؒ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ گھر پر ہی باجماعت نماز قائم کیا کرتے تھے۔

لہٰذا مومنین کو چاہیے کہ ترکِ گناہان کے لئے عام زندگی میں مستحبات پر پابندی سے

عمل کی عادت ڈالیں۔ وضو و نماز کے مستحبات، بیت الخلاء جانے آنے کے آداب، کھانے پینے کے آداب و مستحبات، صدقہ و خیرات، دعائیں واذکار کی پابندی سے کسی گناہ کو کرنے کا دل ہی نہ چاہے گا۔

﴿ طریقہ ۲۰: درسِ اخلاق میں پابندی سے شرکت ﴾

مسلسل اور پابندی سے درسِ اخلاق میں شرکت مومن کو گناہ کے ارتکاب سے روکتی ہے۔ کوشش کریں کہ اگر کہیں ایسے درسِ اخلاق ہوتے ہوں تو اس میں پابندی کے ساتھ شرکت کی جائے۔ ورنہ ہم خیال مومنین کا ایک گروپ بنا کر اس کا انعقاد کروایا جائے۔ اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو علمائے اخلاق کے دروس کے کیسٹس لے کر سنے جائیں۔

ہوسکتا ہے کہ ایک چنگاری علم آپ کے دل و دماغ پر پڑے اور وہ تمام صفاتِ رزیلہ کو جلا کر رکھ دے کہ جس سے دل و دماغ پاک و پاکیزہ ہو جائیں۔ کتنے ہی بڑے بڑے گناہگار ایسے گذرے ہیں جنہیں کسی عالمِ باعمل کے ایک جملے نے تبدیل کر دیا۔ ہوسکتا ہے کہ آپ پورا ایک ماہ منبر سے تقاریر سنتے رہیں اور آپکو اتنا فائدہ نہ محسوس ہو تو مایوس نہ ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ بیس، تیس تقریریں سننے کے بعد آپ کے دل و دماغ پر ایک تقریر اثر کر جائے اور آپ کے اندر ایک انقلاب برپا ہو جائے۔ جیسے ایک چنگاری ہی پیٹرول کے بڑے ذخیرے کو دھماکے سے اڑا دیتی ہے اور آپ سو سال کے سفر کو ایک رات میں بلکہ ایک گھنٹے ہی میں طے کر لیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ کام جو ایک درس نے کر دیا ہو وہ کئی دینی و مذہبی کتابوں کے مطالعہ سے بھی نہ ہو سکے۔

امام خمینیؒ فرماتے تھے کہ قرآن میں تکرار اسی لئے ہے کہ اخلاقی مسائل کو بار بار بیان کیا جائے اگر قرآن میں یہ تکرار نہ ہوتی تو یہ قرآن کا نقص شمار ہوتا۔ جس طرح بچے کو بار بار منع کیا جاتا ہے اور اس تکرار کا سلسلہ جاری رکھتا ہے اور اس طرح بچہ ادب سیکھتا چلا جاتا

ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ابتدائی طور پر چند دفعہ وعظ و نصیحت کا بچے پر اثر نہ ہو اور ۱۰ ویں، ۲۰ ویں یا پچاسویں بار ہو جائے۔ ہمیشہ علمی فائدہ ہی درس و تدریس میں ضروری نہیں ہوتا بلکہ تذکر اور یاد دہانی بھی ضروری ہوتی ہے۔

آیت اللہ شہید مرتضیٰ مطہریؒ فرماتے ہیں :

میں امام خمینیؒ کے درس اخلاق میں جایا کرتا تھا، جمعرات اور جمعہ کو ہونے والے دروس سن کر میں اتنا منہمک اور بے خود ہو جاتا تھا کہ پیر اور منگل تک مجھ پر ان کا اثر باقی رہتا تھا۔ میری معنوی شخصیت کی تعمیر میں اُن دروس کا بہت اہم حصہ ہے۔

آیت اللہ العظمیٰ آقائے بروجردیؒ نے مرحوم الحاج مرزا علی آقا شیرازیؒ کو اخلاق کا درس دینے کے لئے قم بلوایا تھا۔

جب ہر علم کو سیکھنے کے لیے کسی رہبر واستاد کی ضرورت ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اخلاق کو سیکھنے اور سمجھنے کے لئے کسی کی ضرورت نہ ہو۔

معلّم اخلاق کے انتخاب میں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ اس کے قول اور فعل میں تضاد نہ ہو۔ مخلص ہو کہ کاغذ پر لکیریں فقط اُسی وقت سیدھی ہوں گی جب اسکا پیمانہ (اسکیل) سیدھا ہو گا۔ ایسے علماء ہوں جو حُبِ دنیا و حُبِ جاہ و شہرت کی خواہشات سے پاک ہوں۔

علامہ محمد حسین طباطبائیؒ کے شاگرد بہت کوشش کرتے تھے کہ اُن کے پیچھے نماز باجماعت پڑھیں، جبکہ وہ انتظار کرتے تھے کہ کسی اور کی اقتداء میں نماز ادا کریں۔ ایک دن ایک شاگرد نے علامہ طباطبائیؒ سے کہا" چالیس سال سے دل میں یہ خواہش رکھتا ہوں کہ ایک نماز آپکی امامت میں ادا کروں، ابھی تک مجھے یہ سعادت حاصل نہیں ہو سکی ہے۔ آج میری یہ خواہش پوری کر دیجئے۔ اس بات پر آپ نے مسکرا کر فرمایا: ان چالیس سالوں میں ایک سال کا اضافہ اور سہی۔ پھر فرمایا میری درخواست ہے کہ تم ہی نماز پڑھاؤ۔

شاگرد نے تعمیلِ حکم کی اور انتہائی شرمندگی اور خجالت میں نمازِ مغرب کی امامت کی اور علامہ طباطبائیؒ نے اس کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

آپؒ ہمیشہ رسولؐ اللہ کی اس روایت پر عمل کرتے تھے کہ "اپنے عمل کو ہر قسم کی ریاکاری اور دکھاوے سے محفوظ رکھو اور صرف خوشنودیٔ خدا کے لئے انجام دو کیونکہ تمھارے عمل کا خریدار اللہ ہے اور وہ تمھارے عمل کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے۔

ایک دانشور کا کہنا ہے کہ "لوگ ہمیشہ عالمِ دین سے عمل کے اعتبار سے ایک درجہ کم ہوا کرتے ہیں اس طرح کہ اگر عالم نیک اور پرہیزگار ہو تو لوگ اسکی پیروی میں حرام کا ارتکاب نہ کریں گے، البتہ مکروہات کر سکتے ہیں۔ عالم اگر مستحبات پر عمل کرے گا اور مکروہات سے بچے گا تو لوگ فعلِ مباح تو انجام دیں گے۔ عالم اگر مباح کاموں کو کرے گا تو لوگ مشتبہ اور مشکوک افعال انجام دیں گے۔ اسی طرح عالم اگر مشکوک افعال انجام دے گا تو لوگ حرام کام کرنے لگیں گے اور اگر عالم حرام کام کر بیٹھے گا تو باقی لوگ بالکل بے دین و فاسق و فاجر ہی ہو جائیں گے۔ بعض جگہوں پر اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ بقول امام خمینیؒ "لوگ ایسے بے عمل عالم سے نہیں بلکہ پوری صنفِ علماء سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

لہٰذا علمائے باعمل کے دروس کا انعقاد کروانا ہر علاقے کے مومنین کے فرائض میں سے ہے، محلّے کی مسجد یا مومنین کے گھر پر دروس پابندی سے ہونے چاہئیں۔ تب ہی معاشرے سے گناہ کم ہونگے، نیکوکاروں کی تعداد میں اضافہ ہوگا۔ نیک اور صالح افراد کی اکثریت گناہگاروں پر غالب آئے گی اور برائی اور گناہ ختم ہوتے جائیں گے۔ امید ہے کہ مومنین جلد ہی اس سلسلے میں اقدام کریں گے۔

طریقہ ۱۲: روزے رکھنے

ترکِ گناہ ان کے لئے روزے انتہائی اہم ہیں اور اس کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا
كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

(سورۃ البقرۃ، آیت ۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں
جیسے پچھلی اُمتوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔

روزہ سے گناہ اس طرح چھوٹتے ہیں کہ روزہ انسان کی قوتِ حیوانیہ وقوتِ شھوانیہ کو توڑتا ہے۔ جب حیوانی خواہشات اور گناہ کے تقاضے کچلے جائیں گے تو گناہ کے لئے اقدام کرنے کا داعیہ اور جذبہ ست پڑ جائے گا۔

تقویٰ کے معنیٰ ہیں خدا کی عظمت کے احساس سے گناہوں سے بچنا اور تنہائی میں بھی انسان اُن تمام گناہوں کو انجام دیتے ہوئے ڈرتا ہے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔

اگر ایک ہفتہ میں کم از کم ۲ دن (مثلاً پیر اور جمعرات) مومن روزے رکھتا ہے، اگر قضا موجود ہوں تو قضا ورنہ مستحب روزے۔ تو ہر دفعہ بار بار گناہ کا خیال آنے پر یاد آئے گا کہ میں روزے سے ہوں اور اس طرح بار بار کی مشق (practice) گناہوں سے بچنے کی ہوگی اور اسی طرح تقویٰ کی شمع روز بروز روشن تر ہوتی جائے گی۔

روزہ اصل میں ایک عملی تربیت ہے اور تقاضا ہے کہ اس کو اور ترقی دو، آگے بڑھاؤ۔ جس طرح روزے کی حالت میں شدتِ پیاس کے باوجود پانی پینے سے رُک گئے، خدا کے خوف سے کھانا کھانے سے رُک گئے، اسی طرح جب زندگی گذارو تو وہ مقام جہاں خدا کی نافرمانی کا جذبہ اور داعیہ پیدا ہو تو وہاں بھی خدا کے خوف سے رُک جاؤ۔ رمضان

کے ۳۰ روزے اصل میں ایک تربیتی کورس ہے اور یہ کورس اس وقت تک مکمل نہ ہوگا جب تک تمام کاموں میں گناہوں سے بچنے کا جذبہ پیدا نہ ہوگا۔ یہ کیا ہوا کہ خدا کے خوف سے پانی پینے سے تو رک گئے لیکن عام زندگی میں زبان، اعضاء وجوارح سے گناہ بھی ہو رہے ہیں۔ گویا حلال کو تو چھوڑ دیا مگر حرام میں گرفتار رہے۔ ایسا ہی ہے جیسے گرمی سے بچنے کے لئے کمرے میں ایئر کنڈیشنر تو لگا دیا مگر گناہوں کی کھڑکی کھلی چھوڑ دی۔

لہٰذا روزہ رکھنے سے گناہوں کے وسوسے اور تقاضے کمزور پڑ جاتے ہیں اور گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

بعض افراد کا کہنا ہے کہ روزہ اُس وقت زیادہ مفید ہے جب انسان کی خوراک نصف حد تک کم ہو اسی وجہ سے آپ دیکھیں گے کہ روزہ میں وقتِ عصر شہوت بہت حد تک کم ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ فضول گفتگو کرنے کی شہوت، کھانے کی شہوت بھی کم ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیٹ کی یہ آواز یونہی ہے اور انسان کو اس کا اسیر نہیں ہونا چاہیئے۔ اسی وجہ سے بھوک کو سفید موت کہا جاتا ہے کیونکہ یہ دل کو سفید کر دیتی ہے۔ لہٰذا مومنین کو روزہ رکھ کر عفت اور تقویٰ حاصل کرنا چاہیئے۔ تقویٰ محدود ہو جانے کو نہیں کہتے بلکہ نفس کے مالک ہونے اور اُس پر غلبہ کا نام تقویٰ ہے۔ روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ جس میں اخلاص اور قصدِ قربت کی تکمیل اور تربیت ہوتی ہے۔ گناہوں اور لذات کے ترک سے روزہ دار کا دل صاف اور پاک ہو جاتا ہے اور وہ نورِ خدا کو جذب کرنے کی زیادہ قابلیت پیدا کر لیتا ہے۔ اسی لئے روزہ دار کا سانس لینا اور سونا بھی ثواب اور عبادت بتایا گیا ہے، روزہ میں انسان زیادہ نماز، دعا، ذکر اور تلاوتِ قرآن اور صدقہ وخیرات کی طرف مائل ہوتا ہے اور یہ سب چیزیں خود بھی اسے گناہوں سے اور دور کر دیتی ہیں۔

طریقہ ۴۲ : روزانہ ،مسلسل اور بار بار توبہ

توبہ،تہذیب اخلاق کے حصول کا پہلا قدم ہے اور یہ سالکین کے سفر کا نقطۂ آغاز ہے۔ملا محسن فیض کاشانی "محجة البیضاء" کی ساتویں جلد میں فرماتے ہیں۔

"اس میں کیا مشکل ہے کہ سب فرزندانِ آدم ارتکاب خطا کے بعد حضرت آدمؑ کی پیروی کریں اس لئے کہ صرف نیک اعمال کی بجا آوری فرشتوں سے ہی ہو سکتی ہے جبکہ بُرائی کی تلافی نہ کرنا شیاطین کی خصوصیت ہے اور شر کے بعد خیر کی طرف پلٹنا انسان کی طبیعت ہے۔

امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ :

"اے میرے معبود تو نے اپنے بندوں کے لئے عفوو درگذر کا دروازہ کھولا ہے اب جبکہ دروازہ کھلا ہے،کوئی اس دروازے سے نہ گذرے تو اُس کے پاس کیا عذر باقی ہے؟"

مولا علیؑ فرماتے ہیں"موت کے خطرے کی موجودگی میں جو شخص توبہ میں تاخیر کرتا ہے وہ سب سے بڑے خطرے سے دوچار ہے"۔

رسولؐ اسلام فرماتے ہیں کہ : "توبہ کو مقدم اور گناہ کو موٴخر رکھو"۔

پروردگار عالم کا توبہ کے لئے بار بار حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ معاف کر دینے کا مکمل ارادہ ہے۔

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (سورۂ نور آیت ۳۱)

"اے اہلِ ایمان،تم سب اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو،امید ہے کہ تم فلاح پاؤ گے"۔

آیت میں جمیعا کا لفظ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر گناہ گار کو توبہ کا حکم دیا گیا ہے اور بار بار توبہ جب مومن کرتا رہے گا تو آیت میں فلاح پا جانے کی خوشخبری بھی ہے۔جس کے معنی یہ ہیں کہ بار بار کی توبہ گناہوں سے بالآخر مکمل طور پر بچا کر لے جائے گی۔

سورۂ نساء، آیت ۱۱ میں ہے کہ

مگر جو لوگ توبہ کر لیں، ایمان لائیں اور عمل صالح انجام دیں
تو اللہ اُن کی بُرائیوں کو نیکیوں سے تبدیل کر دے گا۔

بس یہ بات یاد رہے کہ

۱۔ توبہ کرنے والا مسلسل کوشش کرتا رہے۔

۲۔ گناہوں کی محافل وعوامل سے دور رہے جو اسکے اندر گناہ کی رغبت کو پیدا کریں۔

۳۔ ایسے ڈرامے، فلمیں یا مناظر نہ دیکھے جو اسے گناہ کی طرف لے جائیں۔

۴۔ نیکیوں کو مسلسل انجام دیتا رہے۔

۵۔ جس جس کا حق مارا ہو، وہ اُسے واپس کرے۔

۶۔ جو عبادات فوت ہوئی ہوں تو اُن کی قضا بجالائے مثلاً نماز، روزہ، حج وغیرہ۔

۷۔ جن گناہوں کے کفارے موجود ہیں اُن کے کفارے ادا کرے مثلاً قسم توڑنا بلا عذر شرعی روزہ نہ رکھنا وغیرہ۔

۸۔ جو گناہ دل کو تاریک کر دیتے ہیں اُن کی خرابی کی اصلاح کے لئے اس قدر نیک اعمال انجام دے کہ نورانیت تاریکی پر غالب آجائے۔

۹۔ گناہوں کا وسوسہ آتے ہی دل کو ذکر خدا کی طرف موڑ دے۔

۱۰۔ گناہوں کے آثار، نتائج اور آخرت کے عذابوں کا بار بار مطالعہ کرے یا سنے، کہیں غفلت کے نتیجے میں دوبارہ گناہ کی خواہش نہ پیدا ہو جائے۔

بس ضروری ہے کہ اس طرح کی توبہ فقط اس وقت ہی ہو سکے گی جب توبہ ہر گناہ کے بعد ہو، بار بار ہو اور مسلسل ہو۔

طریقہ ۴۳: پاکیزہ اور حلال غذا کھائیں

انسان کی خوراک کا براہِ راست اُس کے اخلاق پر اثر ہوتا ہے۔

سورۂ مومنون، آیت ۵۱ میں ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ط

''اے رسولؐ! پاکیزہ خوراک کھاؤ اور اعمالِ صالح انجام دیتے رہو۔''

بحار الانوار میں ہے ''جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اسکی دُعا قبول ہو، وہ اپنی خوراک اور پیشہ (profession) پاکیزہ رکھے۔

حضرت امام حسینؑ نے عاشور کے دن کوفہ کے سنگدل فوجیوں کے سامنے جب خطبہ دینے کا ارادہ کیا تو وہ خطبہ سننے پر آمادہ نہ ہوتے اور شور وغل کرتے تھے۔ اس پر آپؑ نے فرمایا

مُلِئَتْ بُطُوْنُكُمْ مِنَ الْحَرَامِ فَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ

چونکہ تمھارے پیٹ حرام سے بھرے ہوئے ہیں لہٰذا
اللہ نے تمھارے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔

ایک دن شریک بن عبداللہ، عباسی خلیفہ مہدی کے پاس گیا۔ خلیفہ نے کہا تمھیں تین کاموں میں سے ایک ضرور قبول کرنا پڑے گا۔ یا تو تم قاضی کا عہدہ قبول کر و یا میرے بیٹے کے استاد بن جاؤ یا ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔ شریک نے سوچا کہ تیسرا کام زیادہ آسان ہے اور کھانے کے لئے تیار ہو گیا۔ جب حرام کھانوں کی دعوت سے فارغ ہوا تو باورچی نے خلیفہ سے کہا کہ

یہ کھانا کھانے کے بعد یہ شخص کبھی فلاح وسعادت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔

اور پھر ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد شریک نے قاضی کا عہدہ بھی قبول کر لیا اور اُس

کے بیٹے کو پڑھانے پر بھی آمادہ ہو گیا۔

لہٰذا مومن کو چاہیئے کہ اپنے ذرائع آمدنی اور غذا کا بہت خیال کرے کہ کہیں کوئی حرام تو اس میں شامل نہیں ہو رہا۔ کیونکہ اگر حرام اس میں شامل ہو گیا تو پھر کوئی نصیحت اثر نہ کرے گی اور انسان گناہوں کی دلدل میں دھنستا چلا جائے گا۔

لہٰذا مندرجہ ذیل اُمور کا ضرور خیال کرے اور علماء سے ضرور اپنے مجتہد کے مسائل کے مطابق معلومات حاصل کرے۔

۱۔ اپنی نوکری اور تنخواہ کے جائز یا ناجائز ہونے کی معلومات

۲۔ اپنے بزنس اور پیشے سے متعلق مسائل اور معلومات

۳۔ بچت اور دیگر چیزوں پر واجب الاداخمس صحیح طور پر ادا ہوا یا نہیں

۴۔ میراث کی صحیح تقسیم ہوئی تھی یا نہیں

۵۔ بینک اکاؤنٹ اور مختلف اسکیموں میں لگایا گیا پیسہ اور اسکا منافع جائز بھی ہے یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔

غرض جس ذریعہ سے بھی مال آرہا ہے، اس کی کڑی نگرانی کرے کہ حکمِ خدا کی خلاف ورزی سے کہیں وہ مال حرام میں تو تبدیل نہیں ہو رہا۔ کیونکہ حرام غذا اور مال کے ساتھ گناہوں سے پرہیز دیوانے کے ایک خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا ہے۔

﴿طریقہ ۳۴: اردگرد کے ماحول کو پاکیزہ بنائیے﴾

پاکیزہ اور صاف ماحول میں پاکیزہ افراد ہی پروان چڑھتے ہیں اور گناہ آلود ماحول میں گناہ گاروں کی پرورش ہوتی ہے۔

بُرائی کے ماحول میں بہت مشکل ہے کہ نیک انسان پروان چڑھیں خواہ تعلیمات کتنی ہی طاقتور اور مؤثر ہوں۔ جس طرح بارش کے قطروں کے بُری اور

بنجر زمین پر برسنے سے خوبصورت پودے نہیں اُگتے۔ جبھی پیغمبرِ اسلام فرماتے ہیں کہ:

کوڑے کے ڈھیر پر اُگنے والے خوبصورت پودوں سے اجتناب کرو۔

صحابہؓ نے کہا: یا رسول اللہ آپ کا اشارہ کس طرف ہے؟

آپؐ نے فرمایا: بُرے ماحول میں پرورش پانے والی خوبصورت عورت۔

جبھی حضرت نوحؑ نے بددعا کی تھی اور کہا تھا "یا اللہ اگر تو نے انھیں زندہ چھوڑ دیا تو یہ فاجروں اور کافروں کے سوا کسی کو جنم نہ دیں گے"۔ یعنی یہ لوگ خود تو کافر اور گمراہ ہیں مگر ان کے بنائے ہوئے ماحول میں پرورش پانے والی آئندہ نسلیں بھی فاجر اور کافر ہی بنیں گی۔

پہلا فریضہ تو یہ ہے کہ مومن اپنے اردگرد کے ماحول سے گناہوں کو دور کرے، گھریلو ماحول کو پاکیزہ بنائے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ گھروں میں فحش ٹی وی چینلز شتر بے مہار کی طرح آزاد ہوں اور اُس گھر کے رہنے والے افراد صالح بن جائیں؟ وہاں رہنے والے بچے نیک بن سکیں؟ لہٰذا ضروری ہے کہ ایسے T.V چینلز جو فحش و بیہودہ اور اخلاق سوز پروگرامز نشر کرتے ہوں، انھیں فلٹر کر کے نکالا جائے، ایسے تمام ڈائجسٹ اور میگزین جو عقائد، افکار اور کردار کے لئے خطرناک ہوں، اُنہیں گھر میں لانے سے باز رہا جائے۔ نیکوکار اور دیندار مومنین کے گھرانوں میں آمد و رفت کو بڑھایا جائے۔ گاہے بگاہے گھر میں مجالسِ عزا، معصومینؑ کے جشنِ ولادت، شبِ جمعہ دعائیہ پروگرامز، دینی معاملات پر گروپ discussions یا چھوٹے درس و تدریس کا گھروں پر بھی اہتمام کیا جائے۔ ہم خیال مومنین باری باری اپنے گھروں پر اس سلسلے کو جاری کریں اور بچوں، نوجوانوں اور عورتوں کو اس میں عملی طور پر involve کریں۔ انشاء اللہ جلد ہی اس کے ثمرات نظر آنے لگیں گے اور ماحول سے گناہ ختم اور ایک عجیب رُوحانیت کا

سا احساس ہونے لگے گا۔

ماحول کی بُرائی اور گناہوں کا بار بار مشاہدہ اسکی بُرائی کو نگاہ میں کم کر دیتا ہے اور آہستہ آہستہ اسے ایک عام چیز بنا دیتا ہے جیسے بے پردگی ایک عام سی بات بن گئی ہے، جبکہ گناہوں سے انسان اُس وقت بچ سکتا ہے جبکہ وہ اس کے بُرا ہونے کا احساس کرے۔

مولا علیؑ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں :

اَلعِلْمُ (فِی) الصِّغَرْ کَالنَّقْشِ فِی الْحَجَرْ

بچپن کی تعلیم پتھر پر لکیر ہوتی ہے۔

بچہ گھریلو ماحول، ماں باپ، بہن بھائیوں سے اخلاقی صفات سیکھتا ہے۔ اس طرح گناہ، جھوٹ، خیانت، بے حیائی، بد اخلاقی جیسی بُرائیاں بھی بچے بڑوں کو دیکھ دیکھ کر سیکھتے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ قومِ نوحؑ کے گمراہ لوگ بچوں کو حضرت نوحؑ کے پاس لاتے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ اس بوڑھے کو دیکھ رہے ہو، یہ ایک جھوٹا شخص ہے، اس سے بچ کر رہنا، میرے باپ نے مجھے یہی نصیحت کی اور تم بھی اپنے بچوں کو اسی طرح نصیحت کرنا۔ اس طرح اس جھوٹے اور گناہ کے ماحول میں نسلیں ایک دوسرے کے بعد آتی تھیں اور چلی جاتی تھیں۔

اردگرد اور گھریلو ماحول کو پاکیزہ اس طرح بنایا جائے گا کہ گھر کا سربراہ برابر نیکی کا حکم دیتا رہے اور بُرائیوں سے روکتا رہے۔ اس طرح وہ خود بھی گناہوں سے بچا رہے گا اور دوسرے بھی۔

ایک صحابیؓ، رسولؐ اللہ کے پاس آئے کہ یا رسولؐ اللہ میں کس طرح اپنے

خاندان کو جہنم کی آگ سے بچاؤں تو آپؑ نے فرمایا:
انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو۔ اگر وہ قبول کرلیں تو تم نے انہیں آتشِ جہنم سے بچالیا اور اگر قبول نہ کریں تو تم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

طریقہ ۲۵: گناہ کے وقت سچے دل سے اعوذ باللہ پڑھنے

حکایات میں ہے کہ ایک مرتبہ شیطان کا مکالمہ ایک عالم دین سے ہوا۔ شیطان نے کہا میرے پاس دلیل ہے کہ میری بھی بخشش ہو جائے گی۔ عالم نے پوچھا کیا دلیل ہے؟ تو کہا خدا فرماتا ہے: وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (سورۂ اعراف، آیت ۱۵۶)
میری رحمت ہر شے پر وسیع ہے۔
تو کیا میں شے نہیں ہوں، میں بھی تو ایک چیز ہوں تو رحمت مجھ پر بھی وسیع ہو جائے گی۔ بس میں بخش دیا جاؤں گا۔
عالم نے فرمایا تو جہنمی ہے، میں تجھ سے بحث نہ کروں کیونکہ اگر بحث کرنا مفید ہوتا تو پروردگار "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" پڑھنے کا حکم نہ فرماتا بلکہ یہ حکم ہوتا کہ جب شیطان وسوسہ ڈالے تو تم بھی اسکے وسوسوں کا جواب دینا۔ لیکن حکم صرف یہ ہے کہ بس تم "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ" پڑھو اور میری پناہ مانگو کہ اے خدا اس شیطان مردود سے مجھے پناہ نصیب فرما۔
شیطان کی مثال اُس کتے کی سی ہے جو بڑے لوگوں کے بنگلوں پر آتے ہوئے لوگوں پر بھونکتا ہے مگر مالک اِدھر ایک جملہ منہ سے نکالتا ہے اور یہ دُم ہلاتا ہوا بیٹھ جاتا ہے۔ ابلیس بھی خدا کی بارگاہ کا دُھتکارا ہوا کتا ہے۔ جب یہ کسی مومن کو خدا کی طرف جاتے دیکھتا ہے تو بھونکتا ہے، اگر اس سے لڑو گے تو یہ اور بھونکے گا۔ اس کو

خاموش کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ خدائی ذات یا جملہ "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" پڑھ کر اسکی پناہ میں آ جائیں۔ اس جملے کی برکت سے بھی شیطان مومن پر قابو نہیں پا سکتا۔

رسول اللہ ارشاد فرماتے ہیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَدَّ اَمْرَہٗ اِلَی الْوَسْوَسَۃ
شکر ہے اس خدا کا جس نے شیطان کے معاملے کو صرف وسوسہ کی حد تک محدود کر دیا (اس سے زیادہ اس کو طاقت نہیں دی)۔

طریقہ ۲۶: مسلسل نیکیاں کرتے رہنا گناہوں کا خاتمہ کر دیتا ہے

کیونکہ پروردگار عالم کا ارشاد پاک ہے کہ

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ط (سورۂ ھود، آیت ۱۱۴)

بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔

جب بھی کبھی کوئی گناہ ہو جائے فوراً اس کے ازالے کے لئے نیک کام بجا لائیں کیونکہ نیک کاموں میں سے ایک دنیا اور آخرت کی برائیوں کے آثار مٹانا بھی شامل ہے۔

اگر برائی نہیں چھوٹتی تو بھلائی بھی نہ چھوڑیں۔ اگر غیر اللہ نہیں چھوٹتے تو اللہ کو بھی نہ چھوڑیے، یہ کیسی حماقت ہے کہ غیر تو نہ چھوٹے اور اپنے مالک اور کریم مولیٰ کو بھول جائے۔ لہٰذا مسلسل نیکیاں کرتے رہیے۔

طریقہ ۲۷: ہر وقت خدا کا خیال دماغ میں رکھنے

یادِ خدا دراصل ایک کنجی ہے جس سے دل کا قفل کھلتا ہے اور اطاعت و فرمانبرداری میں جی لگتا ہے۔ اسی کنجی کے دندانے کو بھی درست رکھنے کی ضرورت ہے تا کہ دل کا قفل

آسانی سے کھلے اور کوئی دشواری پیش نہ آئے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ذکر کو فکر و توبہ اور خشوع و خضوع کے ساتھ کیا جائے۔ ذکرِ خدا کرنے والے کے ساتھ خدا کی مدد ہوتی ہے اور وہ کسی وقت تنہائی محسوس نہیں کرتا بلکہ اس ذکر کی برکت سے وہ اپنے قلب میں اللہ سے ایک خاص تعلق محسوس کرتا ہے اور پھر اسے گناہ کرتے ہوئے شرم محسوس ہونے لگتی ہے اور پھر ایک وقت آتا ہے کہ اسے گناہ کرنے میں تکلیف ہونے لگتی ہے۔ ابتداء میں اگر ذکر میں لذت نہ آئے تو بھی ذکرِ خدا کرنا نہ چھوڑے۔

اگر ذکرِ خدا کے باوجود گناہ نہیں چھوٹ رہے تو فی الحال پرواہ نہ کریں، توبہ ٹوٹتی بھی رہے تب بھی بار بار کرتے رہیں، انشاء اللہ جلد وہ وقت آجائے گا جب خدا آپ کو نفس اور شیطان پر غالب کردے گا۔

جب بھی گناہ کا موقع آئے ذکرِ خدا شروع کردیں۔ جب سورج نکلے گا جب ہی رات بھاگے گی۔ خدا نے یہ نہیں کہا کہ پہلے دل کو یکسو کرلو پھر میرا نام لو بلکہ یہ فرمایا کہ پہلے میرا نام لو، میرے ہی نام کی برکت سے تم کو نفسوں اور گناہوں سے نجات ملے گی۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ دریا کے کنارے ایک شخص واجب الغسل کھڑا تھا جسکے بدن پر نجاست لگی ہوئی تھی۔ دریا نے کہا کیا بات ہے؟ تم بہت دیر سے کھڑے ہو۔ کہا مارے شرم کے تمھارے اندر نہیں آرہا ہوں کہ ناپاک ہوں، تم پاک ہو۔ دریا نے کہا اے شخص تم قیامت تک ناپاک ہی کھڑے رہو گے۔ بس جس حال میں ہو میرے اندر کود پڑو تمھارے جیسے لاکھوں یہاں پاک ہوتے ہیں اور میرا پانی پاک ہی رہتا ہے۔ لہذا اللہ کی یاد میں دیر مت کرو، کیسی ہی گناہوں سے بھری زندگی گذاری ہو اب اللہ کا نام لینا شروع کردو۔ ذکر کی برکت سے ان تمام گناہوں سے نجات مل جائے گی۔

اگر مچھلی کبھی لالچ میں آکر شکاری کا کانٹا نگل لیتی ہے تو کیا کرتی ہے؟ کانٹا

نکالنے کے لئے جھٹکا مار کر گلا پھاڑ لیتی ہے اور پھر کود کر دریا میں چلی جاتی ہے۔ اسلئے اگر کبھی شیطان یا نفس آپ کو گناہ میں لے جائیں اور آپ کو دریائے قربِ پروردگار سے دور کر دیں تو

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ (سورۃ الذٰریٰت آیت ۵۰)

پوری کوشش سے وہاں سے فرار ہو جایئے۔ گناہوں سے فرار کے ذریعے خدا تک پہنچیں گے، گناہوں پر قرار سے نہیں۔

امام حسینؑ جب اتمامِ حجت کے لئے یزیدی فوج سے خطاب کے لئے گئے تھے تو ایک شقی نے مولاؑ کی پیشانی کو پتھر مار کر زخمی کر دیا۔ آپ خیموں میں واپس آئے۔ جنابِ زینبؑ بھائی کو زخمی دیکھ کر غمگین ہو گئیں۔ کیا بھیا آپؑ نے اپنا تعارف نہیں کرایا، تبلیغ نہیں کی؟

امام نے فرمایا: میں نے اپنا تعارف بھی کرایا، تبلیغ بھی کی لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا پھر کہا، بہن زینبؑ

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ (سورۃ مجادلہ آیت ۱۹)

"ان کے اوپر شیطان نے غلبہ پالیا ہے اور انہیں ذکرِ خدا سے غافل کر دیا ہے"۔

یعنی اب خدا کی یاد اور ذکرِ خدا سے غافل ہونے کی وجہ سے میرا وعظ و نصیحت ان کے لئے بے سود ہو گیا ہے۔

طریقہ ۴۸ : خاص طور پر نمازِ شب کی پابندی کیجئے

نمازِ شب ایک ایسی عبادت ہے جس کے فوائد دین و دنیا پر محیط ہیں۔ اس کی ادائیگی سے رُوح و بدن دونوں تندرست رہتے ہیں۔ کیونکہ نمازِ شب سیرتِ انبیاءؑ،

سیرت آئمہؑ اور سیرت صالحین ہے۔ لہٰذا اس کی ادائیگی سے ان تمام افراد کی سیرت کی پیروی ہوتی ہے۔

رسولؐ اللہ فرماتے ہیں کہ: "تم لوگ نمازِ شب انجام دو کیونکہ نمازِ شب نیکی کرنے والوں کی سیرت اور خدا سے قریب ہونے کا ذریعہ اور گناہوں سے بچنے کا وسیلہ ہے"۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ: "نمازِ شب گناہوں کو مٹا دیتی ہے جو معمولاً دن میں کیے جاتے ہیں"۔

رسولؐ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "بے شک نمازِ شب غضبِ الٰہی کی آگ کو خاموش کرتی ہے"۔

نمازِ شب سے محرومی کے کیا اسباب ہیں؟

پہلا سبب تو انسان کے گناہ ہیں۔ مولا علیؑ سے کسی نے آ کر کہا (یا علیؑ) میں نمازِ شب سے محروم ہو جاتا ہوں اسکی کیا وجہ ہے؟ تو مولا علیؑ نے فرمایا "تمھارے گناہوں نے تمھیں جکڑا ہوا ہے"۔

دوسری جگہ پر فرمایا "بے شک اگر کوئی شخص جھوٹ بولنے کا عادی ہو تو وہ اس جھوٹ کی وجہ سے نمازِ شب سے محروم رہے گا"۔

دوسرا سبب رات کو بلا عذر دیر تک جاگنا اور کثرت سے سونا ہے۔

تیسرا سبب پُرخوری اور شکم پروری ہے۔ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: زیادہ کھانے سے پرہیز کرو کیونکہ زیادہ کھانے سے نمازِ شب سے محروم اور جسم میں مختلف قسم کے امراض اور قلب میں قساوت (سنگدلی) جیسی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔

چوتھا سبب نمازِ شب کے فوائد اور ثمرات سے جہالت و غفلت اور فضول بہانے ہیں۔ جبکہ شریعت اسلام نے نمازِ شب کے لئے کئی سہولیات دی ہیں۔ ویسے تو نمازِ شب

آدھی رات کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ لیکن کچھ مجتہدین مثلاً آقائے سیستانیؒ کے نزدیک فوراً بعد نمازِ عشا، نمازِ شب کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی ۱۱ رکعات نمازِ شب نہ پڑھ سکے تو ۸ رکعات یا ۳ رکعات یا کم از کم ایک رکعت بھی پڑھ سکتا ہے۔ ہر رکعت میں فقط سورہ الحمد پر بھی اکتفا کر سکتا ہے۔ نمازِ شب چلتے پھرتے اور سواری پر بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

غرض بے تحاشہ سہولیات اسی وجہ سے دی گئی ہیں کہ مومن کسی حالت میں اس کو فراموش نہ کرے، کچھ عرصے اسکی پابندی کر کے دیکھئے۔ انشاء اللہ ایک انقلاب اپنے اندر محسوس ہوگا۔ ایک ایسا نشاط اور سرور کی کیفیت ہوگی کہ اس سے پہلے کبھی ایسا محسوس نہ ہوا ہوگا اور گناہ کم ہوتے ہوتے بالکل ختم ہو جائیں گے۔

طریقہ ۹ : اپنے نفس سے چالیس دن اُدھار لیں

ایک طریقہ یہ ہے کہ اپنے نفس سے صرف ۴۰ دن اُدھار لے لیں اور اس سے کہیں کہ صرف ۴۰ روز کے لئے گناہ چھوڑ دے اور اطاعت اختیار کر لے۔ اس کے بعد تجھے آزادی ہے اور یہ ۴۰ روز ایسے گزار دیں کہ ان میں کسی قسم کا کوئی گناہ نہ ہو، غیبت، فضول کلام، فضول میل جول، جھوٹ، بدنگاہی، غرض تمام گناہوں کی ۴۰ روز کے لئے مکمل تعطیل کریں۔ پھر ۴۰ دن گزر جائیں تو اپنے نفس کی کیفیت پر غور کریں کہ پہلے کیا کیفیت تھی اور اب کیا ہے؟ خدا کی قسم قلب میں اس وقت آپ ایسی حلاوت اور لطف پائیں گے کہ معلوم ہوگا کہ اس سے پہلے تو ہم جہنم میں تھے، اب جنت میں ہیں۔ اس وقت یہ معلوم ہوگا کہ گناہ میں کتنی کلفت ہے اور اطاعت میں کیسی حلاوت ہے۔ غرض گناہ چھوڑنے میں تھوڑے دن کی پریشانی ہے، اس کے بعد راحتِ دائمی ہے۔

چند روزے جہد کن باقی بخند (کچھ دن جدوجہد کرو پھر آرام سے رہو)

ان کی خوشی کے واسطے اپنی خوشی بھی نہ دیکھ
ثوابِ دائمی کما، لذّتِ عارضی نہ دیکھ

طریقہ ۳۰: کتبِ اخلاق کا مطالعہ

کتبِ اخلاق ایک ایسا فلکِ ہفت متین ہیں جہاں کاملین و عارفین کی روحیں جمع ہیں۔ ان کا روزانہ مطالعہ انسان کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔ اے کتابو! تم ایسی انیس و جلیس ہو جنکی ناصحانہ باتوں سے تفکر پیدا ہوتا ہے، تمہارے منہ میں اگرچہ زبان نہیں ہے لیکن تم زندوں اور مُردوں کے افسانے سناتی ہو، گناہوں سے ڈراتی ہو، تم ہمسایہ ہو مگر ظلم نہیں کرتیں، تم عزیز ہو مگر غیبت نہیں کرتیں، تم دوست ہو مگر مصیبت میں ساتھ نہیں چھوڑتیں۔

کوشش کریں کہ اخلاق کو درست کرنے والی کتابیں ہر جگہ موجود ہوں۔ بستر کے سرہانے، ڈرائنگ روم میں، لاونج میں، ان کتابوں کے اندر لکھی ہوئی آیات، احادیثِ معصومینؑ اور اقوالِ علماء کی نورانیت جب جا بجا پورے گھر میں ہر کمرے میں موجود ہوں گی اور ان کا مطالعہ بھی ہوگا تو گناہوں کو گھر میں پہنچنے کے لئے کہیں جگہ نہ ملے گی۔ اگر ہو سکے تو گھر میں کسی چھوٹے نوٹس بورڈ پر یا کسی الماری پر کوئی ایسی حدیث یا آیت روزانہ لکھ کر لگائی جا سکتی ہے جہاں پر آنے جانے والے کی نگاہ اس پر پڑے۔ اس طرح خاموشی سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی ہوتا رہے گا۔

علامہ میر حامد حسین لکھنویؒ (صاحب عبقات الانوار) کا جب انتقال ہوا اور غسل کے لئے لے جائے گئے تو لوگوں نے دیکھا کہ کتابیں رکھنے کی وجہ سے سینے پر گڑھا پڑ گیا تھا، اتنا لکھتے تھے کہ بیٹھے بیٹھے تھک جاتے تو کھڑے ہو کر لکھتے تھے، کھڑے کھڑے تھک جاتے تھے تو لیٹ کر لکھتے تھے۔

اگر آپ اپنی جوانی کے زمانے کو علم حاصل کرنے میں خرچ کریں گے تو بڑھاپے میں اپنے بوئے ہوئے پھل کو چکھنے پر آپکی تعریف ہوگی۔ لذاتِ بدن اگرچہ مقصود

ہو گی لیکن لذتِ علم کے مقابلے میں وہ کوئی کمی محسوس نہ کرے گا۔ اپنی جوانی کی تھکاوٹیں اور راتوں کو جاگنا یاد آئے گا۔

جنابِ یوسفؑ کے دیدار کے مقابلے میں ہاتھ کٹ جانے کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ جو راستہ دوست تک پہنچاتا ہو وہ کبھی طویل نہیں ہوتا۔

رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ "علم کا ایک باب حاصل کرے چاہے اُس پر عمل کیا ہو یا نہ کیا ہو ایک ہزار رکعات پڑھنے سے افضل ہے۔"

حکیم جالینوس سے کسی نے دریافت کیا کہ اپنے دوستوں کی نسبت آپ نے اتنی حکمت کیسے حاصل کر لی تو کہا میں نے کُتب بینی کے لئے چراغ کے تیل پر اُس سے زیادہ خرچ کیا ہے جتنا وہ شراب پر خرچ کرتے رہے ہیں۔

لہٰذا جہاں تک ممکن ہو گھر کو اچھی کتابوں سے بھر لیجئے۔ روز خاص طور پر سونے سے پہلے مطالعہ کی عادت ڈالئے اور پھر دیکھئے کہ یہ کتابیں کیسے آپ پر اپنے انوار کی بارش کرتی ہیں۔

طریقہ ۱۳۱: گناہوں کی مصیبت سے بچنے کی نیت سے صدقہ نکالنے

صدقہ تمام مصیبتوں اور بلاؤں کو دور کرتا ہے۔ آپ ان گناہوں کی مصیبتِ عظمیٰ سے بچنے کے لئے بھی صدقہ دینا شروع کریں اور حسبِ حیثیت روز دیں بلکہ جو صدقہ آپ روز حفظِ بلا کے لئے نکالتے ہوں، اس میں یہ نیت بھی شامل کر لیجئے۔

سورہ بقرہ میں ہے کہ "اگر تم فقیروں کی امداد علی الاعلان کرو تو یہ بھی ٹھیک ہے اور اگر چھپا کر فقراء کے حوالے کرو گے تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہوگا اور اس کے ذریعے تمہارے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے"۔

لہٰذا صدقہ دینے سے نہ صرف پچھلے گناہ معاف ہوتے ہیں بلکہ آئندہ کے گناہوں سے بھی حفاظت ہو جاتی ہے۔ صدقہ کیونکہ ردِ بلا کے لئے دیا جاتا ہے اور گناہوں اور نافرمانیوں سے بڑی کوئی بلا نہیں ہے۔

طریقہ ۳۲: یہ تصوّر کریں کہ خدا آپکو ہر وقت دیکھ رہا ہے

سورہ حدید کی چوتھی آیت میں ہے کہ :

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ

تم جہاں کہیں بھی رہو وہ (خدا) تمھارے ساتھ ہے۔

جب ہمیں یہ یقین ہے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے اور بندے کی ہر حالت و کیفیت سے واقف ہے تو اس یقین کے نتیجے میں مومن ہمیشہ خود کو خدا کے حضور محسوس کرے گا۔ تنہائی ہو یا لوگوں کے ساتھ، اس کے کردار سے کوئی ایسا فعل ظاہر نہ ہوگا جو خدا کو ناپسند ہو۔ اسے معلوم ہے کہ خدا میرے باطن سے بھی واقف ہے۔ لہٰذا وہ ہمیشہ لوگوں کے سامنے اپنی ظاہری اصلاح سے زیادہ باطنی اصلاح کی فکر میں لگا رہے گا۔

محقق اردبیلیؒ کے حالات میں ملتا ہے کہ انھوں نے اپنی عمر کے آخری چالیس سال اس طرح گذارے کہ وہ پاؤں تک نہیں پھیلاتے تھے چاہے تنہائی میں ہوں یا لوگوں کے ساتھ، چاہے سو رہے ہوں یا جاگ رہے ہوں۔ ہر حال میں خود کو خدا کے حضور حاضر و ناظر سمجھتے اور اپنے پاؤں سمیٹے رہتے تھے اور فرماتے تھے "مجھے خدا کے سامنے پاؤں پھیلاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے"۔

ایک اور عالم کے حالات زندگی میں ملتا ہے کہ جب ان کی جاں کنی کی کیفیت تھی اور ان کے پاؤں لوگ سیدھے کرنے لگے تو کہا کہ میں نے پوری زندگی گذار دی اور اب

تک اپنے پروردگار کے حضور ایسی بے ادبی نہیں کی، اب جبکہ آخری وقت آ گیا ہے اور میں مر رہا ہوں کیسے بے ادبی کر سکتا ہوں؟ پھر جب حالت احتضار آ گئی اور اپنے پاؤں رو بقبلہ کئے تو فرمایا "پروردگار چونکہ تو نے مجھے اس حالت میں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے لہذا میں اسے قبول کر رہا ہوں"۔

بعض دوسرے علماء کے بارے میں ملتا ہے کہ وہ بلند آواز سے بات نہیں کرتے تھے ۔کہتے تھے کہ ہر جگہ خدا موجود ہے، بلند آواز سے بات خلاف ادب محسوس ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسے معیار کی توقع ایک عام مومن سے تو نہیں ہو سکتی مگر وہ اپنے افعال کو انجام دیتے وقت خدا کے حاضر و ناظر ہونے کا تصور تو کر سکتے ہیں اور خود کو گناہوں سے محفوظ کر سکتے ہیں۔

قرآن میں ارشاد ہے : وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (سورۃ التغابن آیت ۸)

"اللہ تمہارے اعمال پر باخبر ہے۔"

یہ جملہ پروردگار عالم نے اپنے بندوں کو سکھلایا ہے کہ وہ ہر وقت اُس کو یاد رکھیں تا کہ عمل میں کوتاہی نہ ہو اور ہر وقت یہ خیال رہے کہ پروردگار عالم میرے ظاہر و باطن کو دیکھ رہا ہے۔ جب یہ خیال پختہ ہو جائے گا کہ ہمارے اس کام کی اطلاع حاکم کو ہے تو پھر اس میں کوتاہی نہیں ہوا کرتی۔ یہ نہایت سہل مراقبہ ہے اور ہر شخص اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔

﴿طریقہ ۳۲: موت کی یاد کو دل میں بسائیں﴾

موت کی یاد انسان کو گناہوں سے باز رکھتی ہے، مومن کو چاہئے کہ وہ ان تمام اعمال کو انجام دے جو دل کو نرم بناتے ہیں اور آخرت اور موت کو یاد دلاتے ہیں اور موت کی یاد لذات دنیا کو توڑنے والی چیز ہے۔ موت کو کثرت سے یاد کرنا اور آخرت کے لئے اعمال

انجام دینا گناہ کے خیالات کو بھی دل سے محو کر دیتا ہے، ان پر عمل کرنا تو دور کی بات ہے۔

میتوں کے غسل دینے میں شرکت، تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ میں شرکت، قبرستان جانا، قبروں کی زیارت، اپنے کفن کو تیار رکھنا، وصیت نامہ تیار رکھنا اور اپنے تیار کفن کو گاہے بگاہے نکال کر دیکھنا ایسے اعمال ہیں کہ جو موت کی یاد کو دل میں تازہ رکھتے ہیں اور پھر گناہ انجام دینے سے دل ڈر جاتا ہے کیونکہ اس کا انجام ملحوظِ خاطر ہوتا ہے۔

﴿ طریقہ ۳۴: معصومینؑ سے توسّل اختیار کریں ﴾

حصولِ علم، کسبِ اخلاص اور اصلاحِ نفس کے لئے معصومینؑ خاص طور پر اپنے زمانے کے امام سے توسّل کامیابی کی منزل تک مومن کو پہنچا دیتا ہے۔

امام خمینیؒ جب فرانس میں جلاوطن تھے تو انھوں نے وہاں سے قم کے تین عالموں کو خط لکھے تھے اور ان سے خواہش کی تھی کہ وہ اسلامی انقلاب کے سلسلے میں دعا کریں کیونکہ انقلاب کی کامیابی کے لئے معصومینؑ کی مدد اور انکی دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔

محدثِ قمیؒ فرماتے تھے کہ جب کبھی مجھے زیادہ لکھنے سے کمزوری محسوس ہوتی ہے تو میں بطورِ تبرک آئمہؑ کے روضوں کی خاک استعمال کرتا ہوں اور کبھی کبھی لکھی ہوئی حدیثوں کو آنکھوں سے لگاتا ہوں۔ الحمدللہ اس طرح میری بینائی بالکل ٹھیک ہے اور مجھے امید ہے کہ میری آنکھیں دنیا و آخرت دونوں میں اسی فیض کے باعث معرفت سے روشن رہیں گی۔

بعض اوقات دوا میں انگلیاں ڈال کر دوا کو ہلاتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے ان انگلیوں سے آئمہ معصومینؑ کی ہزاروں حدیثیں لکھی ہیں اس لئے ان کے ذریعے شفا کی امید کرتا ہوں۔ حضرت آیت اللہ شیخ عبدالکریم حائریؒ جنھوں نے قم کا حوزۂ علمیہ قائم کیا تھا، دستور بنایا تھا کہ میرے درس شروع کرنے سے پہلے ایک شخص مصائبِ امام حسینؑ بیان کرے، پھر میں درس شروع کرونگا۔ میرے پاس جو کچھ ہے وہ مولا حسینؑ ہی کے صدقے میں ہے۔

لہٰذا معصومین ہستیاں جو ایک نظر میں خاک کو سونا بنا دیتی ہیں، جب ہم خلوص سے گناہوں کے ترک کے سلسلے میں انہیں مدد کے لئے پکاریں گے اور ان سے توسّل چاہیں گے تو کیا یہ ممکن ہے کہ وہ معمولی سی نگاہ لطف و کرم بھی ہم پر نہ ڈالیں گی؟

طریقہ ۳۵: نفس کو مشغول رکھنے

مومن کو فارغ اوقات میں بے کار نہیں رہنا چاہیے اور کسی نہ کسی اچھے کام میں مشغول رہنا چاہیئے۔ دین کا کام نہ ہو تو دنیا ہی کے کسی مباح کام میں لگا رہے کیوں کہ شغل میں نفس کو مستی نہیں سوجھتی، توجہ کام کی طرف رہتی ہے اور بے کاری میں چاروں طرف ذہن دوڑتا ہے اور اس راز کو حکام بھی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ جو لوگ معطّل اور بے کار رہتے ہیں، پولیس زیادہ تر ان ہی کی نگہداشت کرتی ہے اور ایسے ہی لوگوں کو پکڑا جاتا ہے۔ یعنی ان کے نزدیک بے کاری بد معاشی کا ایک سبب ہے۔ لہٰذا تنہائی میں بقدر ضرورت رہنا اور کاموں میں مشغول رہنا انسان کو بہت سے گناہوں سے بچاتا ہے۔

دیکھا بھی یہی گیا ہے کہ گناہ بھی زیادہ تر زیادہ کھانے والے لوگوں سے ہوتے ہیں اور زیادہ کھانے والا ترک گناہ پر کم ہی قادر ہوتا ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ مناسب یا کم کھاتے ہیں ان کو تقاضائے گناہ بھی کم ہوتا ہے اور اگر وہ بچنا چاہیں تو سہولت سے بچ نکلتے ہیں کیوں کہ ان میں یہ قوت حقیقتاً ہو جاتی ہے۔ جس طرح ایک بوڑھا شخص جس میں قوت نہیں ہوتی ہے، اگر زنا سے بچنا چاہے تو با آسانی بچ سکتا ہے۔

زیادہ کھانا کھانے کے اور بھی نقصانات ہیں۔ زیادہ کھانے والے کے لئے نماز شب کے لئے اٹھنا پہاڑ سے کم نہیں۔ صبح کی نمازیں بھی بسیار خوری کے سبب قضا ہو جاتی ہیں۔ زیادہ کھانے والا سوتا بھی زیادہ ہے اور ایسے شخص کو نظم و ضبط اور اوقات کی

پابندی بہت دشوار ہوتی ہے اور زیادہ سوتے رہنے سے قوتِ فکر بھی کمزور ہوجاتی ہے اور قوتِ فکر کی کمی سے دنیا و آخرت دونوں اثر انداز ہوتے ہیں۔

خوفِ خدا پیدا کرنے کا ایک عمدہ طریقہ

فکرِ آخرت پیدا کریں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ روزانہ بلاناغہ سونے سے پہلے کچھ دیر یہ سوچیں کہ مرنے کے بعد ہمیں کیا پیش آنے والا ہے؟ کہ ایک دن وہ آئے گا کہ میرا اس دارِ فانی سے کوچ ہوگا۔ سب ساز و سامان، مال و اسباب، کاروبار و ملازمت، گھر و گاڑی اور بیوی بچے اور رشتہ دار و دوست سب یہیں رہ جائیں گے۔ میں تن تنہا سب کو چھوڑ کر قبر کے گڑھے میں جالیٹوں گا اور اس وقت میرا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ سوائے نیکیوں کے اور فقط اعمال ہی کام آئیں گے، منکر نکیر آئیں گے اور خدانخواستہ ناکام رہا تو قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن جائے گی۔ پھر قیامت میں اٹھایا جائے گا، حساب کتاب کے لئے پیش کیا جائے گا، پل صراط پر چلنا ہوگا۔

اے نفس تو کس دھوکے میں ہے؟ ان سب واقعات پر تیرا ایمان ہے اور پھر یہ غفلت؟ کس وجہ سے گناہوں پر یہ دلیری ہے، کیا ہمیشہ یہاں رہنا ہے؟

روزانہ سونے سے پہلے ۱۰، ۱۵ منٹ یہ سوچیں انشاء اللہ چند روز بعد ہی آپ دیکھیں گے کہ خوف پیدا ہوگا اور اس کے بعد توبہ کی فکر ہوگی اور آئندہ کے لئے اطاعت کی توفیق ہوگی۔

کسی نے بقراط سے پوچھا کون سا مرض سب سے زیادہ شدید ہے؟ تو اس نے کہا جس مرض کو معمولی سمجھا جائے، وہ بہت شدید ہے۔

اسی طرح وہ گناہ بھی بڑا شدید ہے، جس کو بہت معمولی اور ہلکا سمجھا جاتا ہے۔

طریقہ ۳۶: مسائل شرعیہ کی پابندی کی عادت ڈالئے

ہمارے نفوس پابندی کے عادی نہیں ہیں بلکہ آزادی کے عادی ہیں اور دین کی دشواری اور تکلیف کی اصل اگر یہ ہے کہ اس میں ہر طرح کی آزادی نہیں ہے۔ تو یہ کوئی بھلی بات نہیں، کیوں کہ پابندی تو ہر قانون میں ہوتی ہے، اگر پابندی کا نام دشواری ہے تو ایک ڈاکو کو بھی یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ میں حکومت کے قانون کو نہیں مانتا کہ یہ میرے لئے دشوار ہے اور وہ دشواری یہ ہے کہ اس میں مجھے پابند کیا جاتا ہے اور میرے جذبات کو دبایا جاتا ہے تو کیا کوئی عاقل اس کی اس بات کو مانے گا؟ اصل میں یہ دشواری دین کی نہیں بلکہ ہماری اپنی طبیعت کی ہے۔ جیسے کسی بچے کو دودھ چھوڑنا اور روٹی کھانا دشوار معلوم ہوتا ہے اور وہ دودھ چھوڑتے وقت کیسے مچلتا ہے؟ تو آج سے بچوں پر یہ ظلم کرنا چھوڑ دیجئے۔ مگر کوئی ایسا نہیں کرتا بلکہ سب یہاں یہ کہتے ہیں کہ روٹی کھانا تو بہت آسان ہے مگر بچے کو اس لئے دشوار ہے کہ وہ دودھ کا عادی رہا ہے۔ جہاں وہ عادت چھٹی، اس کے بعد پوچھئے گا کہ اب کیا دشواری ہے؟ پھر تو یہ حالت ہوگی کہ رات دن صرف روٹی ہی کی فکر میں رہے گا اور ماں کے دودھ سے ایسی نفرت ہو جائے گی کہ خوشامد بھی کرلو گے تو بھی پاس نہ آئے گا۔ تو بس یہی حال دین کی دشواری کا بھی ہے جب آپ آزادی کے اتنے عادی ہو گئے ہیں، اس وجہ سے یہ دین کی پابندی دشوار معلوم ہوتی ہے اور جس دن ہم اس پابندی کے عادی ہو گئے، اس دن خود کہہ دیں گے ارے دین پر چلنا تو بہت آسان ہے اور اب احکام شرعیہ کی پابندی میں وہ لذت آنے لگے گی اور آپ اس کے ایسے عاشق ہوں گے کہ اس نام نہاد آزادی سے ہی نفرت ہو جائے گی۔

طریقہ ۳۷: چالیس روز تک زیادہ تر اوقات میں خاموش رہنے کی مشق

رسول اللہؐ نے جناب ابوذرؓ سے فرمایا: میں تمہیں زیادہ خاموش رہنے کی سفارش کرتا ہوں اور اس وسیلے سے شیطان تم سے دور ہو جائے گا۔

دین کی حفاظت کے لئے خاموش رہنا بہتر مددگار ہے۔ کم از کم ۴۰ روز تک خاموش رہنے کو اختیار کیجئے سوائے ضروری کاموں کے باتیں نہ کریں۔ سوائے امر بالمعروف ونہی عن المنکر، ذکرِ خدا اور ضروری اُمور کے زبان کو حرکت نہ دیں۔

علامہ محمد حسین طباطبائیؒ فرماتے تھے کہ میں نے خاموش رہنے کے گراں قدر آثار مشاہدہ کئے ہیں۔

اسی طرح زیادہ بولنے اور کثرتِ کلام سے دل مُردہ ہو جاتا ہے۔ ظلمت پیدا ہوتی ہے اور قساوتِ قلبی پیدا ہو جاتی ہے اور یہ وہ بلا ہے کہ پھر اس کے بعد گناہوں میں مبتلا ہو جانا آسان ہو جاتا ہے اور تمام گناہوں کی نشاط یہی قساوت یعنی دل کا سخت ہو جانا ہے۔ بس کثرتِ کلام کے ساتھ گناہوں سے بچنا چند دن کے لئے ہوتا ہے اور پھر دوبارہ گناہوں کی طرف جھکاؤ ہونے لگتا ہے۔

اس طرح لوگوں سے زیادہ میل جول (ضرورت سے زیادہ) بھی گناہوں کی طرف لے جاتا ہے۔ دوسروں کی غیبت، مذاق اُڑانا، دوسروں کے راز ظاہر کرنا اور نہ معلوم کون کون سے گناہ اس کثرتِ اختلاط کے باعث ہوتے ہیں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ حقیقی تو وہی ہے گناہوں سے بچنا اور واجبات پر عمل کرنا لیکن چونکہ ان چیزوں سے پرہیز عادتاً گناہوں سے بچاتا ہے تو حکماً یہ بھی مجاہدات میں داخل ہو سکتے ہیں۔

لیکن ان مجاہدات کی سختی میں شریعت اسلام کا خیال رکھا جائے۔ اپنی مرضی سے نہ ہوں مثلاً ایک صاحب کے لئے مشہور ہے کہ وہ ساری رات جاگتے تھے اور جاگنے کے لئے افیون کھایا کرتے تھے۔ سبحان اللہ سونے سے تو پرہیز کیا، جو فریضہ مباح تھا اور نشہ کی چیز سے پرہیز نہیں جو کہ حرام ہے۔ ان حضرات کی وہی مثال ہے کہ گڑ کھائیں اور گلگلوں سے پرہیز کریں۔

ترسم کہ نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ میر وی بہ ترکستان است

(اے اعرابی مجھے یہ خوف ہے کہ تو کعبہ تک نہ پہنچ سکے گا کیوں کہ یہ جو راہ تو طے کر رہا ہے یہ تو ترکستان کو جاتی ہے)

جب تک مریض ایک مدت تک معالجہ نہ کرے، امراض کی جڑیں کٹتی نہیں ہیں لیکن اس سلسلے میں اقدام کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔

﴿طریقہ ۴۸: گھر میں بآواز بلند اذان دینا﴾

حدیث میں ہے کہ ''اذان کی آواز سے شیطان بوکھلا جاتا ہے اور بھاگ جاتا ہے اور جس جگہ سے شیطان بھاگ جائے وہاں پھر گناہ کے لئے زمین سازگار نہیں رہتی، اذان دینے کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے۔

رسولؐ اللہ فرماتے ہیں کہ: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں اذان کو حقیر سمجھتے ہوئے ناتواں لوگوں کے سپرد کر دیں گے۔

وسائل الشیعہ میں ہے کہ: روز قیامت جب شرم وحیا سے لوگوں کی گردن جھکی ہوئی ہوگی، اُس وقت اذان دینے والے سربلندی اور وقار کے ساتھ محشور ہوں گے۔

گھروں میں اذان دینے کی خصوصاً جب گھر میں بیماری ہو، بہت تاکید ہے۔

تنہا اذان ہی وہ آواز ہے جو آسمان والوں تک پہنچتی ہے۔

اذان : اسلام کی زندگی کا اعلان ہے۔

اذان : مومنین کے عقائد کی منادی ہے۔

اذان : نغمۂ توحید ہے۔

اذان : اعلانِ ولایت ورسالت ہے۔

اذان : شیطان کی کمر توڑ دیتی ہے۔

اذان : تبلیغات کے لئے فضا سازگار بنانے کا ذریعہ ہے۔

اذان : خوابِ غفلت سے بیداری کا پیغام ہے۔

کوشش کریں کہ روزانہ باآواز بلند گھر میں اذان دیں تاکہ شیاطین وہاں سے فرار اختیار کر جائیں اور گناہ اور بُرائیاں اُس گھر سے محو ہو جائیں۔

طریقہ ۳۹: طویل سجدہ

آقائے جواد ملکی تبریزیؒ لکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے طویل سجدہ کرنے کی بہت زیادہ سفارش فرمائی ہے۔ امام زین العابدینؑ ایک سجدے میں ہزار ہزار مرتبہ ذکرِ خدا انجام دیتے تھے۔ امام موسیٰ کاظمؑ کا طویل سجدہ صبح کی نماز سے ظہر تک ہوا کرتا تھا اور آپؑ کے اصحاب میں سے ابن ابی عمیرؒ کے بارے میں بھی ایسا ہی نقل ہوا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ جو سجدے میں جا کر ۱۰۰ مرتبہ سورۃ الانبیاء کی آیت ۸۷

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

ایک سال تک روز پڑھے گا، وہ فطرت سے آزاد ہو جائے گا۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں جو شخص بھی حقیقتِ سجدہ کو بجا لائے چاہے پوری عمر میں ایک بار ہی کیوں نہ ہو، وہ نقصان میں نہیں ہے۔

ایک شخص رسولؐ اللہ کے پاس آکر کہتا ہے یا رسولؐ اللہ! میرے اعمال مختصر اور گناہ زیادہ ہیں، تو آپؐ نے فرمایا" اپنے سجدوں کی تعداد کو بڑھا دو کیونکہ جس طرح ہوا، درختوں کے پتوں کو گراتی ہے اسی طرح سجدہ (انسان سے) گناہوں کو دور کرتا ہے۔

﴿طریقہ ۴۰: باآواز بلند کثرت سے دُرود پڑھنا﴾

رسولؐ اللہ فرماتے ہیں "جس کے گناہ زیادہ ہوں، اُسے چاہیے کہ وہ کثرت سے دُرود پڑھے تا کہ اس کے گناہ ختم ہو جائیں"۔

رسولؐ اللہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں "مجھ پر تمھاری صلوات، تمھاری دعاؤں کی مقبولیت، خدا کی خوشنودی اور تمھارے اعمال کی طہارت کا باعث ہوتی ہے"۔

ایک اور مقام پر حدیث ہے "ایک ساتھ اور بلند آواز سے صلوات بھیجو تا کہ تمھارے درمیان نفاق نہ رہے۔

سوچئے کہ کس ہستی سے ٹکر لے رہے ہیں؟

اللہ سے کٹے ہوئے شخص کی نافرمانی سے بھرپور زندگی کٹی ہوئی پتنگ کی طرح ہے۔ حرام لذّات میں مگن شخص کو دیکھنے ہی سے پتا چل جاتا ہے کہ یہ ظالم اللہ سے کٹا ہوا ہے۔ جیسے کٹی ہوئی پتنگ کی رفتار دیکھ کر پتا چل جاتا ہے کہ کٹ چکی ہے اور پھر بچے اُسے لوٹ کھسوٹ لیتے ہیں۔ ایسے شخص پر جو عذاب آئے وہ کم ہے کہ اتنی بڑی طاقت سے ٹکر لے رہا ہے، نافرمانی کی جرأت کر کے اتنی بڑی طاقت والے مالک کو ناراض کر رہا ہے اور خوش کسے کر رہا ہے؟ ایک ادنیٰ مخلوق اپنے نفس کو اور شیطان کو۔

ایک صاحب نے داڑھی رکھی تو بہت سے لوگوں نے ان کا مذاق اڑایا تو انھوں نے ایک عالم کو خط لکھا کہ مولانا صاحب لوگ میری داڑھی رکھنے پر ہنس رہے ہیں۔ عالم نے جواب دیا کہ لوگوں کو ہنسنے دو لیکن تم کو قیامت کے دن رونا نہیں پڑے گا۔

لہٰذا گناہوں کے ترک میں ساری دنیا کو چیلنج کر دیجئے۔ ساری دنیا میں کوئی مومن نہ رہے تو آپ تنہا ہی اللہ پر جان دے دیں۔ آپ کے درد آپ کے گناہ ہیں اور اُن کا علاج فقط خدا کی بارگاہ میں بخشش کی طلب ہے۔

مدارک

قرآن مجید
یقین
معاد
فیضِ ربانی
خاشعین کی نماز
قلبِ سلیم
فلسفۂ نمازِ شب
معجم المفہرس
مفاتیح الجنان
کل نفسٍ ذائقۃ الموت
امر بالمعروف و نہی عن المنکر
رُوح کی بیماریاں اور انکا علاج
خودسازی
تجلیاتِ جذب
بحارالانوار
جزاالاعمال
تجلیاتِ نماز
تفسیرِ سورۂ یٰسین
نہج البلاغہ
محجۃ البیضاء
کنزالعمال
اوّل وقت نماز کی حکایات
ثواب الاعمال وعقاب الاعمال
تفسیر نورالثقلین
دارالآخرۃ
فضائلِ توبہ
دنیا و آخرت
ایمان
علم الاخلاق
اصول کافی
ثوابِ وضو
وسائل الشیعہ
غررالحکم
درخشاں چہرے

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

جب خدا کسی قوم پر غضب ناک ہو
تو ان پر عذاب نازل کر کے انہیں تباہ کرنے کے بجائے
اِن چیزوں میں مبتلا کر دیتا ہے

- مہنگائی
- عُمر میں کمی
- کاروبار میں نقصان
- بُرے لوگوں کی حکومت

امام علی علیہ السلام نے فرمایا

گناہوں سے دور رہنا خدا سے قریب کرتا ہے

سورۃ التکاثر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے

نسل و مال کی بہتات نے تم لوگوں کو غافل بنا رکھا ہے

یہاں تک کہ تم لوگوں نے قبریں دیکھیں (مر گئے)

دیکھو تمہیں عنقریب ہی معلوم ہو جائے گا

پھر دیکھو تمہیں عنقریب ہی معلوم ہو جائے گا

دیکھو اگر تم کو یقینی طور پر معلوم ہوتا (تو ہرگز غافل نہ ہوتے)

تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے

پھر تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور باز پرس ہو گی

ایک شخص نے حضرتِ رسولِ خدا کی خدمت میں عرض کیا:

یا رسول اللہ

- میرے رشتہ دار ایسے ہیں،
- جن سے میں صلہ رحمی کرتا آرہا ہوں،
- لیکن وہ مجھے ستاتے آرہے ہیں،
- اب میں نے ارادہ کیا ہے کہ انہیں چھوڑ دوں،

حضورؐ نے فرمایا: **اللہ تعالیٰ تم سب کو چھوڑ دے گا**

اس نے عرض کیا: پھر میں کیا کروں؟

رسولِ خدا نے فرمایا

جو تمہیں محروم کرے ——— تم اسے عطا کرو

جو تم سے قطع تعلق کرے ——— تم اس سے رشتہ استوار کرو

اور جو تم پر ظلم کرے ——— اسے معاف کردو

جب تم ایسا کرو گے تو

اللہ تعالیٰ ان کے خلاف تمہارا مددگار ہوگا

بدترین گناہ قطع رحمی اور والدین کی نافرمانی ہے

ٹاپ